فرعون کا حکم

پیارے بچو! آپ نے ملک مصر کا نام ضرور پڑھا ہوگا۔ اس ملک پر ایک زمانے میں چرواہے بادشاہوں کی حکومت تھی۔ یہ لوگ اصل میں شام اور فلسطین کے رہنے والے تھے اور ان کا پیشہ گلہ بانی تھا۔ جب مصر خانہ جنگی کا شکار ہو رہا تھا تو ان لوگوں نے حالات سے فائدہ اٹھا کر مصر پر قبضہ کر لیا۔ اور وہاں پر اپنی حکومت قائم کر لی۔ مصری لوگ ان دنوں دیوی اور دیوتاؤں کی پوجا کیا کرتے تھے۔ ان کے دیوتاؤں میں سب سے بڑا سورج دیوتا تھا۔ اپنے بادشاہ فرعون کو وہ سورج کا اوتار سمجھتے تھے۔ چنانچہ فرعون کی بھی پوجا ہوتی تھی۔ اہل مصر پکے مشرک تھے۔ اس وقت مصر میں ایک قوم بنی اسرائیل بھی رہتی تھی۔

بچو! آپ کو پتہ ہوگا کہ اسرائیلی کون تھے۔ اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب تھا۔ اس لئے ان کی اولاد بنی اسرائیل کہلاتی ہے۔ حضرت یعقوب فلسطین (کنعان) میں رہتے تھے۔ ان کے سات بیٹے تھے۔ جن میں ایک حضرت یوسف علیہ السلام تھے جن کو ان کے بھائی بڑی حسد کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ ایک بار وہ اپنے والد سے اجازت لے کر حضرت یوسف کو شکار کے بہانے ساتھ لے گئے اور ان کو راستے میں ایک اندھے کنوئیں میں ڈال آئے۔ مگر جسے اللہ رکھے اس پر کوئی مصیبت نہیں آتی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے اور قدرت سے ایک قافلہ جو اس طرف سے گزر رہا تھا اس نے اس کنوئیں سے پانی نکالنے کے لیے ڈول ڈالا تو حضرت یوسفؑ باہر آ گئے اور آخر بکتے بکتے مصر کی حکومت کے ایک بڑے عہدیدار یعنی عزیز مصر کے پاس آ گئے۔ اس نے ان کو اپنے گھر میں بڑی عزت کے ساتھ رکھا مگر عزیز مصر کی بیوی نے حضرت یوسفؑ پر ایک جھوٹی تہمت لگا کر ان کو قید خانے میں ڈلوا دیا۔ مگر قید خانے میں تمام لوگ اور قیدی ان کو بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ حضرت یوسفؑ نہایت شریف اور نیک انسان ہیں۔

اس زمانے میں مصر کے بادشاہ نے ایک عجیب وغریب خواب دیکھا مگر دربار میں کوئی بھی آدمی اس خواب کی تعبیر نہ بتا سکا۔ چنانچہ ایک قیدی جو ابھی ابھی رہا ہوا تھا اس نے بتایا کہ قید خانے میں حضرت یوسفؑ نامی ایک نیک انسان خواب کی تعبیر بتا سکتے ہیں۔ چنانچہ عزیز مصر نے فوری طور پر ان کو جیل سے دربار میں بلایا اور ان کو اپنا خواب سنایا۔ حضرت یوسفؑ نے اس خواب کی تعبیر یہ بتائی کہ ملک میں لگاتار سات برس تک قحط رہے گا اور سات برس ملک میں خوشحالی رہے گی۔ اس قحط سے بچنے کے لئے انہوں نے بادشاہ کو تدبیر بھی بتائی۔ اس بات سے بادشاہ کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی کہ پورے ملک میں حضرت یوسفؑ سے زیادہ عقل مند اور کوئی نہیں ہے۔ اسے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ وہ بالکل بے قصور ہیں اور انہیں ناحق ہی قید کر رکھا ہے۔ چنانچہ اس کے فرمان کے مطابق انہیں رہا کر کے بڑی عزت اور احترام کے ساتھ دربار میں ایک اعلیٰ عہدہ پیش کیا گیا۔ حضرت یوسفؑ کے حسن انتظام کی بدولت قحط کے سات سالوں میں بھی مصر میں گلے کی فروانی رہی۔ بلکہ ہمسایہ ملکوں کو بھی سستے بھاؤ غلہ فراہم کیا گیا۔ حضرت یوسفؑ کے بھائی بھی کئی بار غلہ لینے کے لئے کنعان سے مصر آئے۔ اس کے بعد حضرت یوسفؑ نے اپنے پورے خاندان کو مصر بلا لیا۔ ان دنوں مصر کا پایہ تخت عمض تھا۔

پیارے بچو! اس پایہ تخت کے کھنڈر قاہرہ کے جنوب میں کوئی چودہ میل کے فاصلے پر ابھی بھی پائے جاتے ہیں۔ حضرت یوسفؑ نے اپنے خاندان کو شاہ مصر کے مشورہ سے پایہ تخت کے شمال کی طرف ایک سرسبز و شاداب علاقے میں جس کا نام جشن تھا، بسا دیا۔

پیارے بچو! آپ کو یہاں پر بتاتے چلیں کہ اہل مصر پکے مشرک تھے مگر بنی اسرائیل اس دین کے پیروکار تھے جو انہیں حضرت ابراہیمؑ سے ورثے میں ملا تھا۔ وہ ایک خدا کی عبادت کرتے تھے۔ خدا کے رسول کی اطاعت کرتے تھے اور اس بات پر یقین رکھتے تھے کہ ایک روز خدا کے حضور حاضر ہو کر دنیا کی زندگی کے اعمال کا حساب دینا پڑے گا، اور جو جیسا کرے گا ویسا ہی بھرے گا۔ آپ دوسرے الفاظ میں یہ سمجھ لیں کہ بنی اسرائیل گویا اس زمانے کے مسلمان تھے اور مصری کافر اور مشرک تھے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی وفات کے کوئی ایک سو سال بعد چرواہے بادشاہوں کے خلاف ایک قومی تحریک شروع ہوئی۔ اہل مصر نے ان غیر ملکی بادشاہوں کی حکومت کا تختہ الٹ دیا اور ایک بار پھر حکومت کے اختیار خود سنبھال لئے۔ مصریوں کو ہر وقت اس بات کا خدشہ لگا رہتا تھا کہ بنی اسرائیل ملک کے کسی دشمن سے ساز باز نہ کر لے اور مصر پر حملہ نہ کر دیں۔ چنانچہ انہوں نے اسرائیلوں کو ہر طرح سے دبانا اور ذلیل کرنا شروع کر دیا اور ان کا زور توڑنے اور انہیں ذلیل کرنے کی مہم شروع کر دی انہیں ان کے مکانات اور زرخیز زمینوں سے بے دخل کیا گیا۔ حکومت کے بڑے بڑے عہدوں سے نکال دیا گیا۔ ان پر باعزت روزگار کے دروازے بند کر دیئے گئے۔ ان سے بیگار لی جاتی تھی اور اگر اجرت دی بھی جاتی تھی تو نہایت قلیل۔ وہ عمارتوں کے لئے گارا اور اینٹیں بناتے اور ڈھوتے۔ کھیتوں پر محنت مزدوری کرتے۔ ان پر بیگار لینے والے نگراں مقرر تھے۔ جو ان سے سخت محنت اور مشقت کراتے اور ذرا ذرا سی کوتاہی پر انہیں دردناک سزائیں دیتے۔ غرض ان کے ساتھ غلاموں کا سا سلوک کیا جاتا تھا۔ ان پر بے پناہ ظلم توڑے جاتے تھے اور ان کے لئے جینا دوبھر کر دیا گیا تھا۔ اور انہیں مصر ہی میں غلامی اور ذلت کی زندگی بسر کرنے دیتے۔

بنی اسرائیل کی تعداد گھٹانے کے لئے آگے چل کر یہ پالیسی اختیار کی گئی کہ ان کے لڑکوں کو قتل کیا جائے اور لڑکیوں کو زندہ رہنے دیا جائے۔ تاکہ وہ مصریوں کی لونڈیاں اور باندیاں بن کر ذلت کی زندگی گزارنے پر مجبور ہو جائیں۔ اور رفتہ رفتہ اسرائیل کی نسل ہی ختم ہو جائے۔

فرعون کے دربار میں ایک نجومی نے بتایا تھا کہ اسرائیل میں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو اس کی حکومت کا تختہ الٹ دے گا۔ اس خطرے سے بچنے کے لئے اس نے ایک فرمان جاری کر دیا کہ بنی اسرائیل کے ہاں جو لڑکا پیدا ہو اسے فوراً قتل کر دیا جائے۔ وجہ کچھ بھی ہو۔ یہ ظالمانہ فرمان جاری ہو گیا اور اس پر سختی سے عمل ہونے لگا۔ فرعون نے جاسوس عورتیں چھوڑ رکھی تھیں۔ جو اسرائیلی آبادیوں میں گھوم پھر کر نئے پیدا ہونے والے لڑکوں کا کھوج نکالتیں اور حکومت کو اطلاع دے کر انہیں قتل کرا دیتیں۔

انہی دنوں ایک اسرائیلی گھرانے میں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کو دنیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نام سے یاد کرتی ہے۔ ان کے بڑے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام قتل کا فرمان جاری ہونے سے پہلے پیدا ہو چکے تھے اس لئے وہ زندہ سلامت رہے۔ مگر حضرت موسیٰؑ کی زندگی ہر وقت خطرے میں تھی۔ ان کی والدہ ماجدہ کو ہر لمحہ یہ خدشہ لگا رہتا تھا کہ فرعون کے آدمیوں کو پتا چل گیا تو معاملہ بگڑ جائے گا۔ اس نے بڑے صبر سے کام لیا۔ مگر آخر کار جاسوس عورتوں کی سرگرمیوں کی وجہ سے وہ گھبرا اُٹھیں۔ حضرت موسیٰؑ کی پیدائش سے تین ماہ بعد تک تو اپنے بیٹے کو چھپائے رکھا اور شفقت کی گود میں پالتی رہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حکم دیا۔

''اپنے پیارے بیٹے کو اطمینان سے دودھ پلاتی رہو۔ البتہ جب راز فاش ہوتا نظر آئے اور تمہیں اس کی جان کا خطرہ محسوس ہو۔ تو بے خوف وخطر اسے دریائے نیل میں ڈال دینا۔ دریا کی لہریں اسے ایک خاص جگہ تک لے جا کر کنارے پر ڈال دے گی۔ پھر اسے وہ اٹھا لے گا۔ جو میرا بھی دشمن ہے اور اس بچے کا بھی دشمن ہے۔ مگر اس کا بال تک بیکا نہ ہوگا۔ بلکہ ہم اسے لوٹا کر تمہارے ہی پاس پہنچا دیں گے، اور پھر اسے پیغمبری بھی عطا کریں گے۔''

چنانچہ پیارے بچو! اب ان کی والدہ نے اللہ کے حکم کے مطابق اسے دریائے نیل کی موجوں کے سپرد کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ انہوں نے سرکنڈوں کا ایک ٹوکرا بنایا اور اسے مٹی اور رال سے اچھی طرح لیپ دیا تاکہ پانی اس کے اندر سرایت نہ کرے۔ اپنے لختِ جگر کو اس کے اندر لٹایا اور پھر خدا کا نام لے کر وہ ٹوکرا دریائے نیل میں ڈال دیا اور اپنے پیارے بچے کو خدا کے حوالے کر دیا۔ حضرت موسیٰؑ کی والدہ نے ٹوکرا دریا میں ڈال دیا مگر مامتا کی وجہ سے اس کا دل اڑا جا رہا تھا۔ شاید گھبراہٹ میں وہ سارا راز کھول ڈالتی مگر اللہ تعالیٰ نے ان کی پھر ڈھارس بندھائی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اشارہ پا کر اس نے اپنی بیٹی سے کہا کہ دریائے نیل کے کنارے کنارے ٹوکرے کے پیچھے پیچھے جاؤ اور اس پر اس طرح نظر رکھو کہ کسی کو پتہ نہ چلے کہ اس ٹوکرے میں جو بچہ ہے۔ تم اس کی نگرانی کر رہی ہو۔

پیارے بچو! حضرت موسیٰؑ کی بہن اس وقت کوئی گیارہ برس کی ہو گی مگر یہ بچی بڑی سمجھ دار اور ذہین تھی۔ وہ بڑی ہوشیاری سے بھائی کے پیچھے پیچھے گئی۔ ٹوکرا بہتا بہتا فرعون کے محلات کے قریب جا پہنچا۔ فرعون کی بیوی حضرت آسیہ بڑی نیک اور پارسا خاتون تھی۔ اس نے دیکھا کہ دریا میں کوئی چیز بہتی چلی آ رہی ہے۔ اس نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ دریا سے اس ٹوکرے کو نکال کر لاؤ۔ چنانچہ حکم کی تعمیل کی گئی۔ دیکھا تو اس کے اندر ننھا منا خوبرو بچہ لیٹا ہوا ہے۔ شکل وصورت سے بچہ اسرائیلی معلوم ہوتا تھا اور ٹوکرا ابھی ان بستیوں کی طرف سے آیا تھا۔ جہاں اسرائیلی رہتے تھے۔ چنانچہ فرعون کے درباری جو خوشامدی ذہن کے تھے فرعون کو بتایا کہ حضور یہ اسرائیلی بچہ ہے جسے اس کے ماں باپ نے قتل کے خوف سے دریا میں ڈال دیا ہے۔ اسے فوراً قتل کر دینا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ بڑے ہو کر یہ بچہ ہماری جان کا دشمن بن جائے۔

حضرت موسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ نے ایسی پیاری اور موہنی صورت عطا کی تھی کہ دشمن بھی دیکھے تو بے اختیار پیار کرنے لگے۔ حضرت آسیہ نے فرعون سے کہا کہ اس بچے کو قتل نہ کریں۔ بلکہ ہم اس کو گود لے لیتے ہیں۔ ہمارے محل میں پرورش پائے گا۔ اسے خبر تک نہ ہو گی کہ میں اسرائیلی ہوں۔ بلکہ اپنے آپ کو ہمارے خاندان کا فرد سمجھے گا، اور اسرائیلیوں کی بجائے ہمارے کام آئے گا۔

فرعون نے اپنی ملکہ کی بات مان لی اور اسے پالنے کا فیصلہ کرلیا۔

پیارے بچو! اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص رحمت سے حضرت موسیٰؑ کو قتل ہونے سے بچالیا اور اپنے اس وعدے کو پورا کیا۔ جو اس نے حضرت موسیٰؑ کی والدہ سے کیا تھا۔ خدا کی قدرت دیکھئے۔ وہ شخص جو خدا کا دشمن تھا اس نے حضرت موسیٰؑ کی پرورش اپنے ذمے لے لی۔ فرعون نے خدائی کا دعویٰ کر رکھا تھا۔ اور اپنی خدائی اور حکومت کو بچانے کے لئے اس نے بنی اسرائیل کے لڑکوں کو قتل کردینے کی مہم شروع کی تھی۔ مگر اس کی بے خبری کا یہ حال تھا کہ اپنے محل میں اور اپنی گود میں اس بچے کی پرورش کے لئے رضامند ہوگیا جو بڑا ہوکر فرعون کی خاتمہ کرنے والا تھا۔

محل میں پرورش

بچو! اب ہم آپ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پرورش کے متعلق بتاتے ہیں۔ اس زمانے میں جس طرح تمام عرب میں بڑے گھرانوں کے لوگ اپنے بچوں کو بچپن کی عمر میں دائیوں کے سپرد کردیتے تھے۔ جب حضرت

موسیٰؑ کی پرورش کا سوال پیدا ہوا۔ فرعون کی بیوی حضرت آسیہ نے حکم دیا کہ شاہی محل کی تمام اناؤں کو بلایا جائے اور باری باری کوشش کی جائے مگر حضرت موسیٰؑ نے کسی کا بھی دودھ نہ پیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن کسی طریقہ سے محل میں آ گئی۔ اس نے جب یہ ماجرا دیکھا تو فرعون کی بیوی سے عرض کیا کہ میں ایک ایسے گھرانے کا پتا بتا سکتی ہوں جہاں اس بچے کی پرورش بڑے اچھے طریقے سے ہو سکتی ہے۔ وہاں اسے بڑی آسانی سے دودھ پلایا جا سکتا ہے اور بڑی محبت اور شفقت سے اس کی پرورش ہو گی۔

فرعون کی بیوی کے حکم سے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو بلوایا گیا۔ انہوں نے بڑی محبت کے ساتھ موسیٰ کو گود میں لیا، پیار کیا، چمکارا اور دودھ پلایا۔ موسیٰ علیہ السلام نے بڑے شوق سے خوب پیٹ بھر کر دودھ پیا۔ چنانچہ ان کی پرورش کا کام انہی کی والدہ کو سونپ دیا گیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ کو انہی کی والدہ کی گود میں لوٹا دیا تا کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور ان کے سارے خدشے دور ہو جائیں۔

پیارے بچو! اللہ تعالیٰ کے کام کرنے کے انداز کس قدر نرالے ہیں۔ فرعون جس لڑکے کو پیدا ہوتے ہی موت کے گھاٹ اتار دینا چاہتا تھا، اسے اس کی بیوی نے بڑے شوق سے اپنی آغوش محبت میں لے لیا اور شہزادوں کی طرح پرورش پانے لگا۔ کسی نے سچ کہا ہے۔ ''جسے اللہ رکھے، اسے کون چکھے''

یہ انتظام حضرت موسیٰؑ کے لئے بڑا فائدہ مند ثابت ہوا۔ اپنے والدین، بھائی، بہنوں اور اسرائیلی بچوں کے ساتھ میل جول سے وہ باپ دادا کے مذہب یعنی دین ابراہیمی سے واقف ہو گئے۔ توحید سے محبت اور شرک سے نفرت ان کی رگ رگ میں پیوست ہو گئی۔ وہ اعلیٰ اخلاق سے آراستہ ہو گئے۔ انہوں نے انسانوں سے محبت کرنا، کمزوروں کی مدد کرنا، مظلوموں کی حمایت کرنا اور ظالموں سے نفرت کرنا سیکھا۔ شاہی محل میں شہزادوں کی طرح پرورش پانے سے انہوں نے وہ تمام علوم وفنون سیکھ لیے جو اس زمانے میں رائج تھے اور حکومت کے طور طریقوں سے بھی واقفیت حاصل کر لی۔ وہ شہزادوں کی طرح رہتے تھے۔ مگر ان میں نہ شہزادوں کے سے ٹھاٹ پاٹ تھے اور نہ ان جیسی اکڑ تھی۔ بلکہ انسانی ہمدردی، خیر خواہی اور خدمت کے جذبے سے سرشار تھے۔ چنانچہ جب جوانی کی عمر کو پہنچے تو نہایت صحت مند اور حسین نوجوان تھے، جن کے چہرے سے جلال ٹپکتا تھا، جن کے علم وفضل سمجھ بوجھ اور ذہانت کا ہر طرف چرچا تھا اور جنہیں ہر چھوٹا بڑا عزت کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اکثر جشن کے علاقے میں جاتے جہاں بنی اسرائیل کی بستیاں تھیں۔ وہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے کہ حکومت کے عہدے دار اسرائیلیوں کے ساتھ کس قدر ظلم کا برتاؤ کرتے ہیں۔ ان کا قصور کیا تھا؟ یہ کہ وہ فرعون کی خدائی کو نہیں مانتے تھے، بلکہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کو عبادت کے لائق نہ سمجھتے تھے۔ ان کا دوسرا قصور یہ تھا کہ فرعونیوں کے خیال میں وہ مصر کی سرزمین کے فرزند نہ تھے، اگرچہ وہ وہیں پیدا ہوئے اور وہیں پلے اور بڑھے تھے۔ اپنی قوم کے لوگوں کو بلاوجہ ظلم کی چکی میں پستا دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دل اندر ہی اندر کڑھتا، مگر کھل کر اس کے خلاف آواز اٹھانا مناسب نہ سمجھتے، البتہ اسرائیلیوں پر محنت و مشقت کے بوجھ کو ہلکا کرنے کے لئے وہ مختلف تدبیریں اختیار کرتے رہتے تھے۔ انہوں نے حکومت کے عہدیداروں کو سمجھایا کہ لگاتار کام کرتے رہنے کی وجہ سے یہ لوگ کمزور ہو جائیں گے اور ان کی صحت خراب ہو جائے گی اور کارکردگی گھٹ جائے گی، جس سے حکومت کو نقصان ہوگا۔

انہیں ہفتے میں ایک روز کی چھٹی دی جائے تا کہ آرام کر کے وہ اپنی قوت بحال کر سکیں اور ان کی تندرستی قائم رہے ،اپنی خداداد ذہانت سے کام لے کر انہوں نے بہت سے ایسے کام کیے جن کی وجہ سے ملک بھر میں ان کی نیک نامی پھیل گئی ۔فرعون کے سرداروں کے گمان میں بھی نہ آ سکتا تھا کہ جس نوجوان کو اپنے دست و بازو سمجھ رہے ہیں، وہی ان کے دست و بازو توڑے گا اور ان کی حکومت اور طاقت کا خاتمہ کرے گا۔فرعون، جو خدائی کا دعوے دار تھا، وہ بھی اس بات سے بالکل بے خبر تھا!

حضرت موسیٰ علیہ السلام اکثر شہر میں گھومنے پھرنے جایا کرتے تھے۔ایک دن وہ ایسے وقت گھومنے کے لیے نکلے جب سڑکیں سنسان تھیں اور ہر طرف سناٹا تھا۔ایک جگہ کیا دیکھتے ہیں کہ دو آدمی لڑ رہے ہیں ان میں سے ایک اسرائیلی تھا اور دوسرا قبطی یعنی فرعون کی قوم کا آدمی ۔اسرائیلی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مدد کے لئے پکارا۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آگے بڑھ کر قبطی کو ایک گھونسہ مارا۔گھونسہ لگتے ہی قبطی زمین پر گر پڑا اور دیکھتے ہی دیکھتے تڑپ کر دم توڑ دیا۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تو گھونسہ لڑائی ختم کرانے کے لئے مارا تھا۔ان کے وہم

وگمان میں بھی نہ آسکتا تھا کہ ایک ہی گھونسے سے قبطی کا کام تمام ہو جائے گا، اس لئے وہ بہت پشیمان ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں گڑگڑا کے التجا کی۔ ''پروردگار، میں نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ میری خطا معاف کر دے اور میرے گناہ پر پردہ ڈال دے۔'' اللہ تعالیٰ نے ان کی فریاد سن لی اور ان کی خطا معاف کر دی۔ وہ غفور رحیم ہے۔

اب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عہد کیا کہ: ''پروردگار، یہ احسان جو تو نے مجھ پر فرمایا ہے، اس کے لئے میں بے حد شکر گزار ہوں۔ میں کبھی بھی مجرموں کا ساتھ نہیں دوں گا۔''

اسی دن سے انہوں نے اپنے دل میں فرعون اور اس کی حکومت سے قطع تعلق کرنے کا عہد کر لیا۔ فرعون کی حکومت ایک ظالم حکومت تھی۔ اس نے اہل ملک کو دو گروہوں میں بانٹ رکھا تھا۔ قبطیوں کے لئے ہر طرح کے آرام و آسائش کے اسباب مہیا تھے۔ حکومت میں بھی ان کا عمل دخل تھا۔ مگر اسرائیلی زندگی کی بنیادی ضرورتوں سے بھی محروم تھے۔ انہیں اپنے مذہب پر چلنے کی بھی آزادی نہ تھی، بلکہ غلاموں کی سی زندگی گزارنے پر مجبور تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے محسوس کیا کہ کسی بھی ایمان دار آدمی کو یہ زیب نہیں دیتا کہ ایسی ظالم حکومت کا کل پرزہ بن کر رہے، بلکہ اس کا فرض ہے کہ ایسی حکومت کا خاتمہ کرنے کی پوری کوشش کرے۔

قبطی کے قتل کی خبر سارے شہر میں پھیل گئی، لیکن سراغ نہ ملا۔ لوگوں کے دل میں یہ شبہ ضرور تھا کہ ہو نہ ہو یہ کسی اسرائیلی کا کام ہے۔ اس کا پتہ لگا کر اسے کیفر کردار کو پہنچانا چاہیے۔ دوسرے روز صبح سویرے حضرت موسیٰ علیہ السلام شہر میں گھومنے گئے۔ کل کے ناگوار واقعہ کی یاد ابھی تازہ تھی۔ ڈر رہے تھے کہ راز فاش نہ ہو گیا ہو اور اچانک کوئی میرا دامن نہ پکڑ لے۔ سہمے سہمے جا رہے تھے کہ پھر دو آدمی لڑتے ہوئے دکھائی دیے۔ ایک وہی اسرائیلی تھا جس کی حمایت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قبطی کے گھونسہ مارا تھا۔ اس نے پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مدد کے لیے پکارا مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ڈانٹ کر کہا: تم جھگڑالو معلوم ہوتے ہو۔ ہر روز کسی سے جھگڑا مول لے لیتے ہو! کل بھی ایک شخص سے گتھم گتھا ہو رہے تھے۔ آج پھر دنگا فساد کر رہے ہو۔ یہ کہہ کر وہ جھگڑا ختم کرنے کے لئے آگے بڑھے۔ اسرائیلی یہ سمجھا کہ جس طرح انہوں نے کل قبطی کے گھونسہ مارا تھا، آج گھونسہ مار کر میرا کام تمام کرنا چاہتے ہیں، اس لیے وہ چلا اٹھا: ''کیا آج مجھے بھی اسی طرح قتل کرنا چاہتے ہو، جیسے کل ایک شخص کو قتل کر چکے ہو؟ تم اس ملک میں ظالم بن کر رہنا چاہتے ہو، اصلاح کرنے والے نہیں بننا چاہتے۔''

مثل مشہور ہے کہ نکلی ہونٹوں سے چڑھی کوٹھوں۔اس اسرائیلی کی زبان سے ان الفاظ کا نکلنا تھا کہ حکومت کو خبر پہنچ گئی کہ قبطی کے قاتل حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں۔بس پھر کیا تھا،ان کو گرفتار کر کے ان پر قتل کا مقدمہ چلانے کا فیصلہ ہو گیا۔مگر اس سے پہلے کہ کوئی افسر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کرنے کے لئے پہنچے،حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ایک خیر خواہ نے انہیں اطلاع دے دی کہ ''تمہاری گرفتاری اور قتل کے مشورے ہو رہے ہیں۔ جان کی خیر چاہتے ہو تو فوراً یہاں سے نکل جاؤ۔میں تمہارا سچا خیر خواہ ہوں۔میرے مشورے پر عمل کرو،ورنہ پچھتاؤ گے'' یہ سنتے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام دارالحکومت سے بھاگ نکلے تا کہ،جتنی جلدی ممکن ہو،فرعون کی سلطنت کی سرحد کو پار کر جائیں۔

بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس مقصد کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے محل میں رہنے کا انتظام کیا تھا ، وہ مقصد پورا ہو چکا تھا۔ وہ حکومت کے کاروبار اور حکمرانوں کے طور طریقوں سے واقف تھے۔ انہوں نے شہزادوں کی طرح پرورش پائی تھی ، اس لیے فرعون اور اس کے سرداروں سے بے جھجک گفتگو کر سکتے تھے اور ان کے دل میں فرعون اور فرعونیوں کا ذرہ بھر بھی رعب اور خوف نہ تھا۔ اب ان کی تربیت کا دوسرا مرحلہ آ گیا تھا، جس کے لیے فرعون کا محل موزوں نہ تھا۔ اس لیے قدرت کی طرف سے ایسے حالات پیدا ہو گئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مصر سے نکلنا پڑا۔

www.storiespk.com

پانی کا کنواں

پیارے بچو! اب حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر سے نکل آئے اور سب سے قریب ترین علاقہ مدین کا آتا تھا۔ فرعون کی سلطنت سے باہر سب سے قریب آزاد علاقہ مدین تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مدین ہی کا رخ کیا۔ مصر سے مشرق کی طرف، خلیج عقبہ کے مغربی ساحل پر واقع تھا۔ اس زمانے میں مصر سے مدین تک کوئی آٹھ دن کا سفر تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نہایت بے سروسامانی کے عالیم میں گھر سے نکلے تھے۔ زادراہ تک ساتھ نہ لے سکے تھے۔ خدا کے سوا اور کوئی سہارا نہ تھا۔ اسی پر بھروسا کر کے چل پڑے اور دعا کی کہ ”پروردگار، مجھے صحیح راہ پر ڈال دے۔ مجھے دشمنوں سے اپنی پناہ میں رکھ اور سلامتی کے ساتھ منزل مقصود پر پہنچا دے“۔

www.storiespk.com

منزل پر منزل طے کرتے آگے بڑھتے چلے گئے۔ آخر کار مدین کے ایک کنوئیں پر پہنچے۔ دیکھا کہ بہت سے لوگ اپنے اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے ہیں۔ لوگوں کے ہجوم سے ہٹ کر ایک طرف دو لڑکیاں اپنے جانوروں کو روکے کھڑی ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام تھوڑی دیر تک وہاں کھڑے یہ تماشا دیکھتے رہے۔ پھر ان لڑکیوں سے پوچھا! کیا بات ہے۔ تم اپنے جانوروں کو کیوں روکے کھڑی ہو؟ انہیں پانی پینے کے لئے آگے کیوں نہیں بڑھنے دیتیں؟ لڑکیوں نے جواب دیا: مردوں کی بھیڑ میں گھس کر جانوروں کو پانی پلانا ہمارے بس کی بات نہیں۔ ہمارے والد نہایت ضعیف آدمی ہیں۔ وہ تو یہ مشقت نہیں اٹھا سکتے۔ گھر میں ان کے سوا اور کوئی مرد نہیں۔ ناچار ہم ہی کو یہ کام کرنا پڑتا ہے۔ ایک دو دن کی بات نہیں ہر روز کا کام ہے، اس لیے جب تک سب مرد اپنے اپنے جانوروں کو پانی پلا کر چلے نہیں جاتے ہمیں انتظار کرنا پڑتا ہے۔

یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے نہ رہا گیا۔ لڑکیوں کی بے بسی پر ان کا دل کڑھا۔ انہوں نے سوچا کہ یہاں تو وہی معاملہ ہو رہا ہے کہ جس کی لاٹھی اسی کی بھینس۔ طاقتور کمزوروں کو دبا رہے ہیں اور انہیں اپنے حق نہیں لینے دیتے۔ مجھے کمزور کی مدد کرنی چاہیے۔ چنانچہ ہمت کر کے آگے بڑھے اور ان لڑکیوں کے جانوروں کو پانی پلا دیا۔ لڑکیاں اپنے جانوروں کو لے کر خوشی خوشی گھر کی طرف روانہ ہو گئیں۔

اس کام سے فارغ ہو کر حضرت موسیٰ علیہ السلام قریب ہی ایک سائے کی جگہ ستانے کے لئے جا بیٹھے۔ سفر کی تھکان اور بھوک اور پیاس کی شدت سے نڈھال ہو رہے تھے۔ چاہتے تھے کہ کہیں سے کھانے کو کچھ ملے تو پیٹ بھریں۔ اس سے زیادہ اس بات کی فکر تھی کہ کوئی ٹھکانہ میسر آئے یا کوئی ہمدرد ملے جس کی پناہ میں رہ سکیں۔ خدا تعالیٰ سے ایک بار دعا کی ''پروردگار میں تجھی سے رہنمائی اور مدد کی درخواست کرتا ہوں۔ میرے حال پر رحم فرما۔''

لڑکیاں چونکہ اوروں کی نسبت ذرا جلدی گھر واپس پہنچ گئیں تھیں۔ اس لیے ان کے والد نے تعجب سے پوچھا: آج اس قدر جلد کیسے لوٹ آئیں؟ کیا آج دوسرے چرواہے پانی پلانے نہیں آئے تھے یا اوروں سے کم آئے تھے؟ لڑکیوں نے سارا ماجرا کہہ سنایا۔ لڑکیوں کے والد ایک نیک اور برگزیدہ بندے تھے۔ انہوں نے یہ ماجرا سنا تو کہا: بیٹے جاؤ، اس بھلے آدمی کو بلا لاؤ، میں اس کا شکریہ تو ادا کر دوں۔

چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد ایک لڑکی شرم و حیا سے آنکھیں نیچی کیے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچی اور کہا کہ: ہمارے والد صاحب آپ کو یاد کر رہے ہیں تا کہ آپ کا شکریہ ادا کریں۔ ہم پہلے ہی بتا چکے ہیں کہ وہ بہت ضعیف ہیں، ورنہ وہ

خود آپ کو لینے آتے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سوچا کہ میں نے بھی ابھی بڑی عاجزی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی جانب میں جو درخواست کی تھی وہ پوری ہوتی نظر آتی ہے۔ چنانچہ وہ اس لڑکی کے ہمراہ چل پڑے۔ نیک دل میزبان نے ان کا پرتپاک خیر مقدم کیا۔ انہیں کھانا کھلایا۔ اس کے بعد ان کا حال دریافت کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اول سے آخر تک پوری رام کہانی سنادی۔ اس پر انہوں نے انہیں تسلی دی اور کہا خدا کا شکر ادا کرو کہ تمہیں ظالموں کے پنجے سے چھٹکارا مل گیا۔ اب خوف کو دل سے نکال دو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کے ہاں چند روز مہمان رہے۔ اس اثناء میں میزبان اور ان کی بیٹیوں نے انہیں قریب سے دیکھا اور نہایت پاکباز، دیانتدار اور محنتی پایا۔ چنانچہ ایک لڑکی نے اپنے والد کو مشورہ دیا کہ ''آپ تو بڑھاپے کی وجہ سے خانہ نشین ہو کر رہ گئے ہیں۔ ہمارا کوئی بھائی بھی نہیں جو باہر کا کام سنبھال لے۔ مجبوراً ہم لڑکیوں کو ہی باہر نکلنا پڑتا ہے۔ ہمارا یہ مہمان تنومند جوان ہے، ہر قسم کی محنت مشقت کر سکتا ہے۔ ویسے بھی بھروسے کا آدمی معلوم ہوتا ہے۔ چند روز سے ہمارے ہاں مہمان ہے۔ اس دوران میں اس نے ہماری طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ ہمارے پاس سے ہمیشہ نظریں نیچی کر کے گزر جاتا ہے۔ کنوئیں پر پانی پلانے میں اس نے جس طرح ہماری مدد کی تھی، اس سے اس کی شرافت ظاہر ہے۔ آپ اسے ملازم رکھ لیجئے۔ نہایت موزوں آدمی ہے۔ ضرورت مند بھی معلوم ہوتا ہے۔ رضامند ہو جائے گا۔

والد نے بیٹی کے مشورے پر غور کرنے کے بعد سوچا کہ جوان بیٹیوں والے گھر میں ایک اجنبی نوجوان کا رہنا مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ آدمی شریف اور مہذب ہے اور اچھے خاندان کا بھی ہے۔ کیوں نہ اسے داماد بنا کر گھر میں رکھا جائے۔ یہ رائے قائم کرنے کے بعد انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا: اے عزیز مہمان، میں بوڑھا آدمی ہوں۔ میرے کوئی بیٹا نہیں جو میری جائداد کا انتظام سنبھالے۔ بس دو بیٹیاں ہیں۔ انہیں کو اندر اور باہر کا سارا کام کرنا پڑتا ہے۔ مجھے کسی مددگار کی ضرورت ہے۔ اگر تم آٹھ سال میرے پاس رہ کر گھر کے کام کاج میں میرا ہاتھ بٹانے کا وعدہ کرو تو میں اپنی ایک بیٹی کا نکاح تمہارے ساتھ کر دینے کے لیے تیار ہوں۔ اس رشتے سے میری غرض یہ ہے کہ مجھے کوئی سہارا مل جائے۔ اگر تم یہ ذمہ داری سنبھالنے کے لیے تیار ہو اور شادی کے فوراً بعد اپنی بیوی کو ساتھ لے کر چلے جانے کا ارادہ نہیں رکھتے تو یہ رشتہ ہو سکتا ہے۔ دیکھو تمہیں کم از کم آٹھ سال میرے پاس رہنا ہوگا اور چاہو تو دس سال پورے کر دینا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام خود بھی کسی ٹھکانے اور سہارے کی تلاش میں تھے۔ انہیں یہ تجویز پسند آئی۔ بولے: ''مجھے یہ شرط منظور ہے۔ میں کم سے کم آٹھ سال اور ہو سکا تو دس سال آپ کے ہاں ٹھہروں گا، اور گھر کے کاروبار اور جائیداد کے انتظام میں آپ کا ہاتھ بٹاؤں گا، میں یہ عہد خدا کو حاضر کر کے کر رہا ہوں۔''

غرض نکاح ہو گیا اور موسیٰ نے ہنسی خوشی نئی زندگی کا آغاز کیا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا کہ اس نے انہیں فرعونیوں کے پنجے سے نجات دلائی اور بہت جلد ایک اچھا ٹھکانا اور مضبوط سہارا مہیا کر دیا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت عطا فرمانے والے تھے۔ اس لیے انہیں ایک نیک اور برگزیدہ بندے کی صحبت میں رکھ کر ان کی روحانی تربیت کا انتظام فرمایا اور نبوت کے منصب کی ذمہ داریاں سنبھالنے کے لیے تیار کیا۔

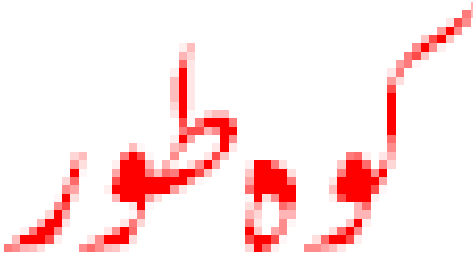
کوه طور

پیارے ساتھیو! حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دس برس یہاں پر قیام فرمایا، اور دس برس اپنے سسرال میں رہے۔ اس اثناء میں وہ فرعون وفات پا چکا تھا جس کے عہد حکومت میں وہ مصر سے نکلے تھے۔ انہوں نے سوچا کہ مصر کے لوگ پرانی باتوں کو بھول چکے ہوں گے، اگر میں اب اپنے وطن واپس جا کر اپنے خاندان والوں کے ساتھ رہنے لگوں تو شاید کسی کو خیال تک بھی نہ آئے کہ وہ وہی شخص ہے جس نے گھونسہ مار کر ایک قبطی کو قتل کر دیا تھا۔ چنانچہ وہ اپنے اہل وعیال کو ساتھ لے کر مصر کی طرف روانہ ہو گئے۔ چلتے چلتے جزیرہ نما سینا کے جنوبی حصے میں اس مقام پر پہنچے جسے آج کل بوسینا یا جبل موسیٰ علیہ السلام کہتے ہیں، اور جو اس زمانے میں کوہ طور کے نام سے مشہور تھا۔

جاڑے کا موسم تھا۔ رات سر پر آ گئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک ایسے علاقے سے گزر رہے تھے جس سے انہیں کوئی زیادہ واقفیت نہ تھی۔ اس سوچ میں تھے کہ کہیں سے آگ مل جائے تو تاپنے کے لیے الاؤ جلائیں۔

اچانک دور، طور کی طرف ایک روشنی دکھائی دی۔ سمجھے کہ آگ ہے۔ گھر والوں سے کہا: یہیں ٹھہرو میں نے طور کی جانب آگ دیکھی ہے جا کر معلوم کرتا ہوں کہ یہ کونسی بستی ہے اور مصر جانے کے لیے کونسا راستہ اختیار کرنا چاہیے اور اگر وہ آگ ہماری ہی طرح کے کسی راہ چلتے پھرتے مسافر نے جلائی ہے تو شاید اس سے بھی کچھ معلومات حاصل ہو جائیں۔ نہیں تو آگ کے چند انگارے ہی لے آؤں کہ الاؤ جلا کر رات کے وقت سردی سے بچاؤ کا انتظام کر سکیں۔

غرض اہل وہ عیال کو وہیں چھوڑ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام آگ کے رخ پر روانہ ہوئے۔ وہاں پہنچے تو ان کی آنکھوں نے عجیب نظارہ دیکھا۔ کوہ طور کی وادی میں ایک جگہ آگ لگی ہوئی ہے، مگر وہاں نہ کچھ جل رہا ہے، نہ کوئی دھواں ہے۔ عین آگ کے اندر ایک ہرا بھرا درخت کھڑا ہے جس پر سے یکا یک یہ ندا آئی:

اے موسیٰ یہ میں ہوں! تمہارا پروردگار اپنی جوتیاں اتار دو۔ تم طور کی مقدس وادی میں کھڑے ہو۔ میں نے تمہیں اپنی رسالت کے لیے چن لیا ہے۔ تم کو جو وحی کی جاتی ہے اسے کان لگا کر سنو۔ (موسیٰ نے حکم کی تعمیل کی اور آواز پر کان لگا دیئے۔ پھر ندا آئی)۔

اے موسیٰ بے شک میں ہی اللہ ہوں۔ میرے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں پس میری ہی بندگی کرو اور میری یاد کے لیے نماز قائم کرو۔ دیکھو قیامت کی گھڑی ضرور آئے گی (میں اس کے وقت کو ظاہر نہیں کرنا چاہتا) تا کہ لوگوں کے ایمان اور عمل کی آزمائش ہو جائے، اور پھر جس کی جیسی کچھ کوشش ہو اسی کے مطابق بدلہ پائے۔ جو لوگ قیامت پر یقین نہیں رکھتے اور اپنی خواہش کے غلام بن کر رہ گئے ہیں ان کے پیچھے لگ کر آخرت کی فکر سے غافل نہ ہو جانا ورنہ تباہ ہو جاؤ گے۔

اس کے بعد غیب کی ندا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان کچھ اس طرح کی باتیں ہوئیں۔ اے موسیٰ یہ تمہارے داہنے ہاتھ میں کیا ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ میری لاٹھی ہے۔ چلنے میں اس کا سہارا لیتا ہوں۔ اس پر ٹیک لگاتا ہوں۔ اسی پر اپنی بکریوں کے لیے درختوں کے پتے جھاڑتا ہوں اور بھی بہت سے کام اس لاٹھی سے نکلتے ہیں بڑے کام کی چیز ہے یہ لاٹھی۔

ندا: اے موسیٰ اسے زمین پر ڈال دو۔

(حضرت موسیٰ علیہ السلام نے لاٹھی زمین پر ڈال دی۔ دیکھتے کیا ہیں کہ وہی لاٹھی سانپ کی طرح بل کھا رہی ہے۔ پھر وہ ایک خوفناک اژدھے کی طرح دوڑنے لگی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ڈر کے مارے پیٹھ پھیر کر بھاگے اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا)۔

ندا: اے موسیٰ ڈرو مت۔ تم ہمارے رسول ہو۔ ہمارے حضور میں ہمارے رسول ڈرا نہیں کرتے۔ واپس پلٹ آؤ اور اسے پکڑ لو، ہم اسے پھر اس کی اصلی حالت پر کیے دیتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دل کو سنبھالا اور مڑ کر دیکھا تو سچ مچ وہاں سانپ کی جگہ پھر ان کی لاٹھی اپنی اصلی حالت میں پڑی تھی۔ وہ اسی جگہ لوٹ آئے۔ لاٹھی اٹھالی اور پھر غیبی ندا کی طرف کان لگا دیئے۔

www.storiesbk.com

ندا: اے موسیٰؑ اپنے داہنا ہاتھ اپنی بغل میں رکھو اور پھر باہر نکال کر دیکھو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایسا ہی کیا۔ جب انہوں نے اپنے ہاتھ بغل سے نکالا تو وہ نہایت روشن تھا۔ آفتاب کی طرح روشن مگر بے عیب۔

ندا: اے موسیٰؑ ہم تمہیں یہ دو نشانیاں دے رہے ہیں۔ ایک عصا (لاٹھی) اور دوسری ید بیضا (چمکتا ہوا ہاتھ)۔ آگے چل کر ہم تمہیں اور بھی نشانیاں دیں گے۔

اے موسیٰؑ مصر کے بادشاہ فرعون کے پاس جاؤ۔ وہ بڑا سرکش اور نافرمان ہے اور اس کی وجہ سے اس کی پوری قوم بدکردار ہوگئی ہے۔ اس سے کہو: ''تمہاری مرضی ہو تو میں تمہارے رب کی طرف تمہاری رہنمائی کروں تاکہ تمہارے دل میں خدا کا خوف پیدا ہو اور تمہاری زندگی سنور جائے۔''

اے موسیٰؑ یہ دو نشانیاں اس بات کی دلیل ہیں کہ تم خدا کے رسول ہو۔ یہ فرعون اور اس کے سرداروں اور اس کی قوم کے لوگوں کے سامنے پیش کرنے کے لیے دی گئی ہیں۔ ان کو دیکھ کر انہیں یقین آجانا چاہیے کہ تم اللہ تعالیٰ کے رسول ہو۔ یہ سنتے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل میں ان تمام واقعات کی یاد تازہ ہوگئی جو انہیں مصر کی زندگی کے دوران پیش آئے تھے۔

www.storiespk.com

اے موسیٰ یہ دو نشانیاں اس بات کی دلیل ہیں کہ تم خدا کے رسول ہو۔ یہ فرعون اور اس کے سرداروں اور اس کی قوم کے لوگوں کے سامنے پیش کرنے کے لیے دی گئی ہیں۔ ان کو دیکھ کر انہیں یقین آجانا چاہیے کہ تم اللہ تعالیٰ کے رسول ہو۔ یہ سنتے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل میں ان تمام واقعات کی یاد تازہ ہوگئی جو انہیں مصر کی زندگی کے دوران پیش آئے تھے۔ ابھی تین ماہ کے بچے تھے کہ ان کی والدہ نے فرعون کے خوف سے انہیں دریائے نیل کی لہروں کے سپرد کر دیا تھا۔ انہوں نے فرعون کے محل میں پرورش پائی۔ ان کا بچپن، لڑکپن اور ان کی جوانی کے ابتدائی سال شہزادوں کی طرح بسر ہوئے۔ پھر فرعون کی قوم کا ایک آدمی ان کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اور جب انہیں معلوم ہوا کہ ان سے خون کا بدلہ لینے کی تیاریاں ہو رہی ہیں تو وہ مصر کو چھوڑ کر مدین کی طرف چلے گئے۔ دس سال تک روپوش رہنے کے بعد اب مصر اس طرح واپس جانا چاہتے تھے کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو۔ وہ فرعون کے سامنے جانے سے بچنا چاہتے تھے مگر انہیں فرعون ہی کے دربار میں جانے کا حکم ملا۔

فرعون کی حکومت اس زمانے میں دنیا کی سب سے زیادہ طاقتور حکومت تھی۔ فرعون بڑا جابر اور ظالم بادشاہ تھا۔ اس نے اعلان کر رکھا تھا کہ اہل مصر کا سب سے بڑا رب میں ہوں۔ ملک کے کمزور باشندوں، خاص کر بنی اسرائیل کو اس نے بری طرح دبا رکھا تھا اور ان پر سخت ظلم ڈھا رہا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل ہی کے ایک فرد تھے اس لیے اللہ تعالیٰ کا یہ حکم سن کر وہ بہت گھبرائے اور خدا کے حضور بڑی عاجزی سے عرض کی کہ "اے میرے پروردگار مجھے اندیشہ ہے کہ فرعونی مجھے جھٹلا دیں گے۔ مجھ پر ایک مصری کے قتل کا الزام بھی ہے۔ ممکن ہے کہ نصیحت کرنے کی نوبت آنے سے پہلے ہی قتل کے الزام میں گرفتار کر لیا جاؤں۔ مجھے روانی سے تقریر کرنے کی بھی مشق نہیں۔ میرا بھائی ہارون بہت اچھا مقرر ہے۔ میری درخواست ہے کہ میرے بجائے میرے بھائی کو اپنا رسول مقرر کیجیے۔

یہ درخواست کرنے کے فوراً ہی بعد انہوں نے سوچا کہ ایسا لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی یہی ہے کہ یہ کام میرے سپرد کیا جائے۔ وہ خوب جانتا ہے کہ رسالت کے لیے کون زیادہ موزوں ہے میں یا ہارون؟ مجھے یہ درخواست نہ کرنی چاہیے تھی کہ میرے بجائے میرے بھائی ہارون کو رسول بنا دیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی جانب عرض کیا کہ:

''پروردگار میرا سینہ کھول دے اور مجھ میں اس عظیم منصب کی ذمہ داریوں کو سنبھالنے اور پورا کرنے کی ہمت اور حوصلہ پیدا کر دے۔''

''پروردگار مجھے وہ صبر و استقلال اور عزم عطا فرما جو اس کام کے لیے درکار ہے تا کہ یہ کام میرے لیے آسان ہو جائے۔''

''پروردگار میری زبان کو کھول دے تا کہ میں اپنی بات لوگوں کو اچھی طرح سمجھا سکوں اور سننے والوں کے دل میں میری بات اتر جائے۔''

''پروردگار میرے اپنے کنبے میں سے میرے بھائی ہارون کو میرا مددگار بنا دے اس کے ذریعے میرے ہاتھ مضبوط فرما اور اسے نبوت کے کام میں میرا ساتھی بنا دے تا کہ ہم دونوں یک جان ہو کر تیری پاکی کا چرچا کریں اور تیری یاد میں لگے رہیں۔''

''پروردگار تو ہمیشہ ہمارے حال کا نگراں رہا ہے۔''

ارشاد ہوا: ''اے موسیٰ تمہاری دعا قبول ہو گئی۔ ہم تمہارے بھائی کے ذریعے تمہارے ہاتھ مضبوط کریں گے۔ اس سے پہلے بھی ہم کئی مرتبہ تم پر احسان کر چکے ہیں۔ ہم نے ہی تمہاری والدہ کے دل میں یہ بات ڈالی تھی کہ اپنے بیٹے کو دریا میں ڈال دے۔ ہم نے تمہیں ایسی پیاری اور موہنی صورت عطا کی ہے کہ دشمن بھی تم سے محبت کرنے لگے۔ تم نے ہماری نگرانی میں فرعون کے محل میں پرورش پائی۔ پھر جب ایک مصری تمہارے ہاتھ سے مارا گیا تو ہم نے ہی تمہیں غم سے نجات دلا کر تمہارے لیے مدین میں ایک اچھا ٹھکانہ مہیا کیا۔ بات یہ ہے کہ ہم نے تمہیں اپنے رسول بنانے کے لیے پیدا کیا تھا اور اسی کام کے لیے اپنی نگرانی میں تمہاری پرورش

اور تربیت کا انتظام کیا۔ اب تم دونوں بھائی میری دی ہوئی نشانیاں لے کر فرعون اور اس کے درباریوں اور سرداروں کے پاس جاؤ۔ ہم تمہیں ایسا رعب اور دبدبہ بخشیں گے کہ وہ تمہارا کچھ بھی نہ بگاڑ سکیں گے۔ ہماری نشانیوں کی برکت سے غلبہ تمہی کو حاصل ہوگا۔ ایک بات اور یاد رکھو۔ جب کوئی ایسا نازک موقع پیش آجائے جس سے تمہارے دل میں خوف پیدا ہو تو اپنے داہنے ہاتھ کو بھینچ لیا کرو۔ اس سے تمہارا دل مضبوط ہو جائے گا اور ڈر اور خوف تمہارے قریب بھی نہ پھٹکے گا۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور کے دامن میں آگ لینے گئے تھے مگر پیغمبری لے کر لوٹے۔ اہل و عیال کے پاس واپس آکر سارا ماجرا سنایا۔ رات وہیں بسر کی۔ صبح ہوتے ہی مصر کا رخ کیا۔ گھر سے اس ارادے کے ساتھ روانہ ہوئے تھے کہ مصر میں پہنچ کر نہایت خاموشی کے ساتھ اس طرح زندگی بسر کریں گے کہ فرعون اور اس کے درباریوں کو ان کی واپسی کا پتہ تک نہ چلے۔ مگر اب اس عزم کے ساتھ آگے بڑھ رہے ہیں کہ دھڑے سے فرعون کے دربار میں جائیں گے اور اسے اس بات کی دعوت دیں گے کہ خدائی کے دعوے ترک کر کے خدا کی بندگی اختیار کرے۔ ساتھ ہی بنی اسرائیل کے ایمان کو تازہ کریں گے اور انہیں فرعونیوں کے ظلم سے نجات دلائیں گے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے:

خدا کے دین کا موسیٰؑ سے پوچھے احوال
کہ آگ لینے کو جائیں پیغمبری مل جائے

دونوں نے عرض کیا کہ ”پروردگار ہمیں اندیشہ ہے کہ وہ ہم پر زیادتی کرے گا اور سرکشی سے پیش آئے گا۔

ارشاد ہوا کہ: ”ذرا بھی اندیشہ نہ کرو میں تمہارے ساتھ ہوں۔ میں سب کچھ جانتا ہوں سب کچھ سنتا ہوں اور سب کچھ دیکھتا ہوں۔ بے دھڑک اس کے پاس جاؤ اور کہو کہ ہم تمہارے پروردگار کے بھیجے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی بندگی اختیار کرو۔ شرک کو چھوڑ دو۔ بنی اسرائیل پر بے جا سختی نہ کرو اور انہیں اجازت دو کہ وہ اپنے عقیدے کے مطابق عبادت کریں اور خدا کی راہ میں قربانی پیش کریں۔ ہم تمہارے پروردگار کی نشانیاں لے کر آئے ہیں۔ سلامتی ہے اس کے لیے جو سیدھی راہ اختیار کرے۔ اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کے رسول کو جھٹلائے گا اور اس کی اطاعت سے منہ موڑے گا اس پر خدا کا عذاب نازل ہو کر رہے گا۔“

مصر پہنچ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سب سے پہلے بنی اسرائیل اور مصری مسلمانوں کی اصلاح کی طرف توجہ کی۔ فرعون اور اس کی قوم نے انہیں ظلم و ستم کا نشانہ بنا رکھا تھا۔ فرعون کہتا تھا کہ اہل مصر کا سب سے بڑا خدا میں ہوں۔ مگر بنی اسرائیل اس دین کے پیرو تھے جو انہیں حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسحٰقؑ، حضرت یعقوبؑ اور حضرت یوسفؑ سے ملا تھا۔ گویا اس زمانے کے مسلمان تھے۔ فرعون کی قوم کے کچھ لوگ بھی مسلمان ہو چکے تھے۔ یہ لوگ فرعون کے خدائی کے دعوے کو نہیں مانتے تھے اس لیے انہیں ظلم کی چکی

میں پیسا جا رہا تھا۔ ان کے ساتھ غلاموں کا سا برتاؤ کیا جاتا اور طرح طرح سے ذلیل کیا جاتا۔ ان ناگوار حالات کی وجہ سے ان کے ایمان میں کچھ کمزوری آ گئی تھی۔ ان کے اندر مصریوں کی بعض کافرانہ رسموں اور طریقوں نے راہ پالی تھی۔ نماز با جماعت کا نظام تو ختم ہی ہو چکا تھا۔ جس کی وجہ سے دین کے ساتھ ان کا لگاؤ کم ہو گیا تھا۔ ان کا شیرازہ بکھر گیا تھا اور ان پر سخت مایوسی طاری ہو گئی تھی۔

حضرت موسیٰؑ نے انہیں بتایا کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ میری اطاعت کرو۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے تمہاری ساری مشکلیں حل ہو جائیں گی۔ مصری بت پرستوں کے درمیان رہنے بسنے کی وجہ سے ان کے اندر عقیدے اور عمل کی جو خرابیاں پیدا ہو گئی تھیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو دور کرنے کی کوشش کی۔ تاریخ کے واقعات سنا کر انہیں سمجھایا کہ جو لوگ مضبوطی اور صبر کے ساتھ خدا کے دین پر چلتے اور خدا کا شکر ادا کرتے رہتے ہیں وہ آخر کار ضرور کامیاب ہوتے ہیں، اور ظالم اور نافرمان خدا کے عذاب سے بچ نہیں سکتے۔

قوم کے نوجوان حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ساتھ دینے کے لیے ہمت اور حوصلے کے ساتھ آگے بڑھے۔ ان کے دل میں یہ خدشہ ضرور تھا کہ فرعون انھیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حمایت میں کسی مصیبت میں مبتلا کر دے گا۔ انہیں اپنی قوم کے سرداروں اور بزرگوں کی لعنت ملامت کا بھی خوف تھا۔ کیونکہ فرعون کے ڈر سے وہ کھلم کھلا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ساتھ دینے کے لیے تیار نہ

تھے، اگر چہ دل سے وہ بھی یہی چاہتے تھے کہ حضرت موسیٰؑ فرعون کے مقابلے میں کامیاب ہوں۔ بات یہ ہے کہ جب بھی اللہ تعالیٰ کا کوئی رسول انسانوں کی اصلاح کے لیے اٹھا، شروع میں نوجوانوں ہی نے اس کا ساتھ دیا۔ بڑے بوڑھوں نے ہمیشہ مخالفت کی۔ مخالفت کی چٹانوں سے ٹکرا جانا بڑے دل گردے کا کام ہے اور اس کا سہرا ہمیشہ نوجوانوں کے سر بندھتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں سے کہا: ''اگر تم سچے دل سے اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہو تو اسی پر بھروسا کرو، اور ہر خطرے سے بے پرواہ ہو کر اس کی راہ میں آگے بڑھو۔

جیالے اور جرات مند نوجوانوں نے کہا کہ ''ہم نے اللہ تعالیٰ پر بھروسا کیا۔'' اور پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ! اے ہمارے رب ہمیں ظالموں کے ہاتھوں آزمائش میں نہ ڈال اور اپنے فضل و کرم سے کافروں کے ظلم و ستم سے چھٹکارا دلا۔''

جب حضرت موسیٰؑ کو بنی اسرائیل اور مصری مسلمانوں کی طرف سے کچھ اطمینان ہو گیا تو وہ اپنے بھائی ہارونؑ کو ہمراہ لے کر ایک روز فرعون کے بھرے دربار میں پہنچ گئے اور فرعون سے مخاطب ہو کر کہا: ''اے فرعون ہم کائنات کے مالک کی طرف سے بھیجے ہوئے تمہارے پاس آئے ہیں۔ ہم تمہارے لیے یہ پیغام لائے ہیں کہ صرف ایک اللہ کو اپنا پروردگار اور معبود

مانو، اور اس بات کو تسلیم کرو کہ مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہو کر تمہیں اپنے اعمال کا حساب دینا ہے تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ ہماری بات مانو اور اپنے طور طریقوں کو درست کر لو۔ کامیابی انہی کے لیے ہے جو اپنی زندگی کو خدا کے حکم کے مطابق سنوار لیں۔ جو خدا کی راہ پر چلنے سے انکار کریں گے، وہ آخر کار تباہ ہو کر رہیں گے۔''

فرعون بولا: ''کیا اس بات کو بھول گئے کہ ہم نے تم کو اپنے ہاں بچہ سا پالا تھا؟ تم نے اپنی عمر کے کئی سال ہماری شفقت کے سائے میں بسر کیے۔ تمہیں یاد ہوگا کہ اس کے بعد تم نے کیا حرکت کی تھی اور یہاں سے کیوں اور کس طرح فرار ہوئے تھے تمہیں تو ہمارے احسانات کا شکریہ ادا کرنا چاہیے تھا۔ مگر تم تو بڑے احسان فراموش نکلے۔ وہی بات ہوئی کہ ہماری ہی بلی اور ہم سے ہی میاؤں۔''

حضرت موسیٰؑ نے جواب دیا: ''مجھے خوب یاد ہے کہ مجھ سے بے سمجھی میں ایک خطا ہو گئی تھی اور میں تمہارے خوف کی وجہ سے یہاں سے بھاگ گیا تھا۔ مگر میں نے اللہ تعالیٰ سے سچے دل سے توبہ کی۔ اس نے میرا قصور معاف کر دیا اور اب اسی

نے مجھے اپنا رسول بنا کر تمہارے پاس بھیجا ہے۔ رہے تمہارے احسانات تو ان کی حقیقت یہ ہے کہ تم بنی اسرائیل پر بے جا ظلم ڈھا رہے تھے۔ تمہارے ظلم کے خوف سے میری ماں نے مجبور ہو کر مجھے ایک ٹوکرے میں ڈال کر دریا میں بہا دیا۔ اگر تم ظلم نہ ڈھاتے تو میں تمہارے محل میں پرورش پانے کے لیے کیوں آتا؟ اچھا مان لیا کہ تم نے مجھ پر کوئی احسان کیا ہی تھا تو ایک آدمی کے ساتھ احسان کے بدلے میں تمہیں یہ حق کیسے حاصل ہو گیا کہ اس کی پوری قوم کو غلام بنائے رکھو اور ان پر ظلم ڈھاتے رہو۔

فرعون سے اس کا جواب نہ بن پڑا۔ اس لیے اس نے بات کا رخ بدلا۔ کہنے لگا: ''اے موسیٰؑ یہ بتاؤ ان لوگوں کا کیا بنے گا جو اب سے پہلے وفات پا چکے ہیں۔ انہیں نہ تو تمہارے رب العالمین کی خبر تھی اور نہ وہ قیامت کو مانتے تھے بلکہ ہماری ہی طرح دیوی دیوتاؤں کی پوجا کرتے تھے۔ کیا وہ سب گمراہ تھے؟ ان سب کی عقلیں ماری گئی تھیں؟ ان کا انجام کیا ہو گا؟ کیا وہ سب دوزخ کا ایندھن بنیں گے؟''

فرعون نے سوچا ہو گا کہ حضرت موسیٰؑ ضرور یہ کہیں گے کہ سب سے پہلے جو لوگ وفات پا چکے وہ کافر تھے اور دوزخ میں جائیں گے یہ جواب سن کر لوگ حضرت موسیٰؑ کے خلاف بھڑک اٹھیں گے۔ مگر حضرت موسیٰؑ نے اس سوال کا جواب اس قدر دانش مندی سے دیا کہ وہ ہکا بکا رہ گیا۔ انہوں نے کہا: ''اللہ ہی کو معلوم ہے کہ ان کا انجام کیا ہو گا۔ ہم ان کے بارے

میں کچھ نہیں کہہ سکتے۔ وہ اپنی زندگی گزار کر خدا کے ہاں جا چکے ہیں۔ میرے پاس ان کے اعمال ان کی نیتوں کو جاننے کا کوئی ذریعہ نہیں کہ میں ان کے بارے میں کوئی رائے دے سکوں ان کے اعمال کا پورا حساب اللہ تعالیٰ کے پاس محفوظ ہے۔ ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے جو نہ بھولتا ہے نہ چوکتا ہے۔ مجھے اور تمہیں ان کی فکر نہیں ہونی چاہیے بلکہ اپنی فکر کرنی چاہیے اور یہ کوشش کرنی چاہیے کہ ہمارا انجام اچھا ہو۔"

فرعون کہتا تھا کہ مصر کی سرزمین کا مالک میں ہوں۔ یہاں کے رہنے والوں کا میرے سوا اور کوئی خدا نہیں۔ اس ملک میں صرف میرا حکم چلے گا، میرے سوا اور کوئی یہاں حکم چلانے کا حق نہیں رکھتا۔ یہ حضرت موسیٰؑ کون ہے جو سارے جہانوں کے پروردگار کا رسول بن کر کھڑا ہو گیا ہے اور مجھے اپنے رب کے احکام سنا سنا کر ان کی اطاعت کا مطالبہ کرتا ہے؟ حکومت کے نشے نے اسے اندھا کر رکھا تھا۔ چنانچہ اس نے اکڑ دکھائی۔ اللہ تعالیٰ کے احکام ماننے سے صاف انکار کر دیا اور حضرت موسیٰؑ سے بحث و تکرار کرنے لگا۔

فرعون: اے موسیٰؑ اچھا یہ تو بتلاؤ تمہارا رب کون ہے؟

حضرت موسیٰؑ: ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو وجود بخشا اور پھر اس کو زندگی کا راستہ بتایا۔ وہی آسمانوں اور زمین کا رب ہے اور ان سب چیزوں کا رب جو آسمانوں کے درمیان ہیں۔

فرعون: (درباریوں سے) سنتے ہو موسیٰؑ کیا کہہ رہا ہے؟

حضرت موسیٰؑ: تمہارا سب کا رب بھی وہی ہے اور تمہارے باپ دادا جو گزر چکے ہیں ان کا رب بھی وہی ہے۔

فرعون: (درباریوں سے) یہ رسول جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے بالکل ہی پاگل معلوم ہوتا ہے۔

موسیٰؑ: (درباریوں سے) مشرق اور مغرب اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان سب کا رب اللہ تعالیٰ ہے۔ اگر تم میں ذرا بھی عقل ہے تو میری بات تسلیم کرو گے۔ ذرا سوچو کہ حقیقی رب کون ہو سکتا ہے؟ وہ جو مشرق و مغرب اور مصر سمیت ہر ملک اور ہر چیز کا مالک ہے یا یہ فرعون جو زمین کے ذرا سے رقبے کا بادشاہ بن کر خدائی کا دعویٰ کر رہا ہے؟

فرعون: اے موسیٰؑ خبردار اگر تم نے میرے سوا کسی اور کو خدا مانا تو تجھے بھی ان لوگوں میں شامل کر دوں گا جو قید خانوں میں پڑے سڑ رہے ہیں!

موسیٰؑ: خواہ میں تمہیں ایسی کھلی ہوئی نشانیاں دکھادوں جن سے صاف ظاہر ہو جائے کہ ہم واقعی خدا کی طرف سے بھیجے ہوئے ہیں۔

فرعون: اچھا تو لاؤ دکھاؤ وہ خدائی نشانیاں اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو۔

فرعون کی زبان سے یہ بات نکلتے ہی حضرت موسیٰؑ نے اپنا عصا زمین پر ڈال دیا، جو ایک خوفناک اژدھا بن گیا۔ اس کے بعد انہوں نے اپنا داہنا ہاتھ بغل میں ڈال کر باہر نکالا تو اس کی چمک دمک سے ایک دم دربار کا گوشہ گوشہ جگمگا اٹھا۔

فرعون بولا: ''اے موسیٰؑ یہ خدائی نشانیاں تو نہیں ہیں یہ کھلا جادو ہے۔ ایسے شعبدے تو ہمارے جادوگر بھی دکھا سکتے ہیں''۔

حضرت موسیٰؑ نے کہا: ''خدائی نشانیوں کو جادو کہتے ہو؟ جادو کے شعبدوں کی چمک دمک عارضی ہوتی ہے۔ پائیدار نہیں ہوتی۔ جادو تو نظر کا دھوکا ہوتا ہے۔''

اصل بات یہ ہے کہ ان خدائی نشانیوں کو دیکھ کر فرعون پر ہیبت طاری ہوگئی تھی اور اسے اپنی بادشاہت چھن جانے کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ اس لیے اس نے اپنی قوم کو حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کے خلاف بھڑکانے کے لیے دین اور حکومت کے خلاف بغاوت کا الزام تھوپ دیا۔ درباریوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ ''یہ شخص یقیناً ایک ماہر جادوگر ہے۔ یہ چاہتا ہے کہ جادو کے زور

سے تمہیں تمہارے ملک سے نکال باہر کرے اور یوسفؑ کے زمانے کی طرح اسرائیلی ایک بار پھر حکومت پر چھا جائیں۔ یہ تمہارے باپ، دادا کو گمراہ اور جہنمی کہتا ہے اور تمہیں باپ دادا کے دین سے ہٹا کر اپنے دین پر چلانا چاہتا ہے۔ یہ پیغمبر نہیں حکومت کا بھوکا ہے۔ تمہارا کیا مشورہ ہے"؟

فرعون بدحواسی کی وجہ سے بے تکی باتیں کر رہا تھا۔ بھلا آج تک کسی جادوگر نے جادو کے زور سے کوئی ملک فتح کیا ہے؟ جادوگر پہلے تو منت سماجت کرنے کے لیے خوشامدیں کرتے ہیں۔ حکومت کا مقابلہ کرنے اور حکومت پر چھا جانے کا خیال بھی دل میں نہیں لا سکتے اور جادوگروں کو مذہب سے کیا واسطہ؟ کہ کسی جادوگر نے ہم نے تو سنا نہیں کوئی نیا مذہب پیش کیا ہو؟

فرعون نے اپنے سرداروں اور درباریوں سے پوچھا کہ حضرت موسیٰؑ کے بارے میں تمہارا کیا مشورہ ہے تو انہوں نے بڑی سوچ بچار کے بعد کہا:

"ان کے معاملے میں جلد بازی مناسب نہیں۔ فی الحال انہیں ٹالیے اور ملک کے تمام حصوں میں ہرکارے بھیج کر ماہر جادوگروں کو بلوا لیجیے تاکہ وہ مجمع عام میں اپنے فن سے حضرت موسیٰؑ کو شکست دیں۔ ہمارے جادوگر ان سے نمٹ لیں گے۔"

فرعون: اے موسیٰؑ ہم خوب جانتے ہیں کہ تم اس لیے آئے ہو کہ جادو کے زور سے ہمیں ہمارے ملک سے نکال باہر کرو مگر ہم تمہارا جادو نہیں چلنے دیں گے۔ ہم بھی اسی طرح کے جادو کے کرتب دکھا کر تمہیں نیچا دکھائیں گے۔ مقابلے کے لیے ایک دن مقرر کرلو۔ نہ صرف اس سے ہم پھریں نہ تم پھرو۔ کھلے میدان میں سامنے آجاؤ۔

موسیٰؑ: قومی جشن کا دن قریب ہے۔ اس روز لوگ ملک کے گوشے گوشے سے کھنچ کھنچ کر پائیہ تخت میں آئیں گے۔ اسی روز میلے کے میدان میں مقابلہ ہوجائے تا کہ ساری قوم دیکھ لے۔ مقابلہ دن کی پوری روشنی میں ہونا چاہیے تا کہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہوجائے اور کسی کو شک وشبہ کی گنجائش نہ رہے۔

فرعون نے اس تجویز کو پسند کیا اور مقابلے کے لیے قومی جشن کا دن مقرر ہوگیا۔

www.storiespk.com

حق و باطل کی جنگ

آخر کار وہ دن بھی آ گیا جب حق و باطل کا مقابلہ دربار میں شروع ہو گیا اور فرعون اور اس کے سرداروں نے بڑے زور شور سے اپنے داؤ جمع کرنے شروع کر دیئے۔ وہ سمجھتے تھے کہ حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی کے ایک سانپ کے مقابلے میں ان کے جادوگر بے شمار سانپ بنا کر دکھا دیں گے تو لوگوں کے دلوں سے حضرت موسیٰؑ کے معجزے کا اثر دور ہو جائے گا۔ اس لیے ان کی نگاہ میں اس مقابلے کی بڑی اہمیت تھی۔ وہ سمجھتے تھے کہ یہ مقابلہ ہماری قسمت کا فیصلہ کر دے گا۔ چنانچہ تمام ملک میں ہرکارے دوڑائے گئے کہ جہاں بھی کوئی ماہر جادوگر ہو اسے دربار میں حاضر کریں۔ عوام کو بھی اکٹھا کرنے کی خاص طور پر ترغیب دی گئی تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں آئیں اور مصری جادوگروں کے کمالات دیکھیں۔

دوسری طرف حضرت موسیٰؑ نے اپنی قوم کے لوگوں اور مصری مسلمانوں کے اندر ایمان کی روح کو بیدار کرنے کا کام شروع کیا۔ سب سے پہلے انہیں توحید کی تعلیم دی تاکہ ان کے دل میں خدا کے سوا کسی کا ڈر نہ رہے اور اسی کے بھروسے پر اسی کی راہ میں آگے بڑھیں۔ اس کے ساتھ ہی انہیں نماز قائم کرنے کا حکم دیا۔ کیونکہ اتحاد، تنظیم اور یقین کا بہترین ذریعہ نماز با جماعت ہے۔

آخر کار مقابلے کا دن آپہنچا صبح ہی سے لوگ میدان میں جمع ہونے شروع ہو گئے۔ مقررہ وقت پر فرعون اپنے سرداروں کے ہمراہ جادوگروں کا ہجوم ساتھ لیے میدان میں نمودار ہوا۔ حضرت موسیٰؑ بھی حضرت ہارون کے ہمراہ اپنی لاٹھی لے کر آ گئے۔ پھر فرعون اور اس کے درباریوں نے مقابلہ شروع کرنے کے لیے جادوگروں کو میدان میں اترنے کا حکم دیا۔ بے چارے جادوگروں کی اوقات ہی کیا ہوتی ہے۔ انہیں سب سے پہلے اپنے پیٹ کی فکر پڑ گئی۔ میدان میں اترنے سے پہلے فرعون سے عرض کیا: حضور اگر ہم غالب رہے تو ہمیں اس کا بھرپور صلہ تو ضرور ملے گا نا؟ فرعون نے جواب دیا: ''صلہ اور انعام بھی ملے گا اور دربار میں کرسی بھی ملا کرے گی۔'' یہ سن کر وہ خوشی خوشی میدان میں اترے اور مقابلہ شروع ہوا۔

جادوگروں نے کہا: ''اے موسیٰؑ پہلے تم پھینکتے ہو یا ہم پھینکیں۔ موسیٰؑ نے بڑے اطمینان سے جواب دیا: تم ہی پھینکو۔'' چنانچہ جادوگروں نے اپنی لاٹھیاں اور رسیاں میدان میں ڈالیں۔ اچانک حضرت موسیٰؑ کو ان کے جادو کی وجہ سے ایسا دکھائی دیا کہ بے شمار چھوٹے بڑے سانپ ان کی طرف لپک رہے ہیں۔ ذرا سی دیر کے لیے تو حضرت موسیٰؑ بھی اپنے دل میں ڈر گئے۔ اسی وقت اللہ تعالیٰ نے وحی کی: اے موسیٰؑ ڈرو مت تم ہی غالب رہو گے۔ فوراً اپنی لاٹھی پھینکو۔ ابھی جادوگروں کے سارے نمائشی سانپوں کو ہڑپ کر جائے گی۔ یہ لوگ جو کچھ بنا کر لائے ہیں محض نظر کا دھوکا ہے۔ جادوگر تمہارے مقابلے میں ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے اشارہ پاتے ہی حضرت موسیٰؑ نے مجمع سے مخاطب ہو کر کہا: میں نے جو کچھ دربار میں دکھایا تھا وہ جادو نہ تھا۔ جادو یہ ہے جو تمہیں ابھی ابھی دکھایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے ذرا سی دیر میں باطل کیے دیتا ہے۔ وہ حق کو حق کر دکھائے گا اور باطل کو مٹا دے گا۔

یہ کہہ کر انہوں نے اپنا عصا پھینکا۔ اس کا پھینکنا تھا کہ لاٹھی اژدھا بن گئی اور معجزے سے پیدا ہونے والا یہ اژدھا جادوگروں کے جھوٹے طلسم کو نگلنے لگا۔ وہ جدھر بھی گیا لاٹھیوں اور رسیوں کے سانپوں کو نگل گیا۔ اس طرح جو حق تھا وہ حق ثابت ہوا اور جو کچھ جادوگروں نے بنایا تھا وہ باطل ہو کر رہ گیا۔ فرعون اور اس کے ساتھیوں کو شکست فاش ہوئی اور جادوگروں کا یہ حال تھا کہ وہ بے اختیار سجدے میں گر پڑے اور کہنے لگے: ہم نے مان لیا رب العالمین کو۔ اس رب کو جسے حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ مانتے ہیں۔

فرعون نے پانسہ پلٹتے دیکھا تو اپنی شکست پر پردہ ڈالنے کے لیے جادوگروں پر یہ الزام تھوپ دیا کہ تم نے ملی بھگت کر کے اپنے گرو کو جتا دیا اور اس کے آگے سجدے میں گر پڑے اس نے انہیں قتل کی دھمکی دی تا کہ وہ سازش کا اقرار کر لیں۔ مگر یہ چال بھی الٹی پڑی جادوگروں نے اپنے آپ کو سزا کے لیے پیش کر دیا۔ جس سے ظاہر ہو گیا کہ حضرت موسیٰؑ حق پر ہیں۔ چنانچہ جادوگروں کے علاوہ اور لوگ بھی ایمان لے آئے اگرچہ بہت سے لوگوں نے فرعون کے ظلم کے خوف سے اس کا اعلان نہیں کیا۔ فرعون کے لیے صحیح راستہ تو یہ تھا کہ وہ بھی ایمان لے آتا مگر وہ اب بھی سیدھی راہ پر نہ آیا بلکہ ظلم و ستم پر اتر آیا۔

یہ حال دیکھ کر خوشامدی سرداروں نے کہا: حضرت موسیٰ اور اس کی قوم کو کب تک کھلی چھٹی دی جائے گی کہ وہ ملک کے اندر فساد پھیلاتے پھریں اور لوگوں سے ان کے باپ دادا کا دین چھڑائیں؟"

فرعون نے جواب دیا:

گھبرانے کی کوئی بات نہیں میں بہت جلد ان کا بندوبست کرنے والا ہوں۔ ان کے بیٹوں کو قتل کرادوں گا اور ان کی عورتوں کو جیتا رہنے دوں گا۔ یہ ہمارے ہاتھ سے بچ کر نکل نہیں سکتے۔

غرض فرعون نے فرمان جاری کر دیا کہ بنی اسرائیل کے گھرانوں میں جو لڑکا پیدا ہوا سے قتل کر دیا جائے۔ حضرت موسیٰ کی پیدائش سے پہلے اس زمانے کے فرعون نے بھی ایسا ہی فرمان جاری کیا تھا جس کی وجہ سے حضرت موسیٰ کی والدہ نے انہیں دریائے نیل کی لہروں کے سپرد کر دیا تھا۔ اب اس کے جانشین نے بھی ویسا ہی فرمان جاری کر دیا تا کہ رفتہ رفتہ بنی اسرائیل کی نسل ہی کا خاتمہ ہو جائے اور حضرت موسیٰ کے پیروکار خوفزدہ ہو کر ان کا ساتھ چھوڑ دیں۔

www.storiespk.com

بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ سے کہا کہ ہم پر آپ کے آنے سے پہلے بھی ظلم ہو رہے تھے اور اب آپ کے آنے کے بعد بھی ظلم ہو رہے ہیں۔ حضرت موسیٰ نے ان کو سمجھایا کہ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو اور صبر سے کام لو۔ کیونکہ کہ فتح حق کی ہی ہوتی ہے۔

فرعون نے بنی اسرائیل پر پہلے سے بھی زیادہ ظلم ڈھانے شروع کر دیئے تھے۔ حضرت موسیٰ نے فیصلہ کیا کہ اپنے پیروکاروں کو یہاں سے لے کر کہیں دور نکل جائیں اس غرض سے ایک بار پھر وہ فرعون کے دربار میں گئے اور اس سے کہا۔

''اے فرعون میں کائنات کے مالک کی طرف سے بھیجا ہوا آیا ہوں میں اللہ کا نام لے کر حق کے سوا کوئی بات نہیں کہوں گا۔ میں نے تم کو تمہارے رب کی طرف سے ایسی کھلی نشانیاں لایا ہوں جن کو دیکھ کر انصاف پسند آدمی کو یقین آ جانا چاہئے کہ میں خدا کا رسول ہوں۔ اس لیے بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ جانے دو تا کہ ہم بیابان میں جا کر خدا کی عبادت کریں اور اس کے لیے قربانی دیں۔ مگر فرعون پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوا اور اُس نے کہا کہ بنی اسرائیل کام چور ہو گئے ہیں اس وجہ سے عبادت اور قربانی کا بہانہ بنا رہے ہیں۔ اور اس نے ان پر مشقت اور سخت کر دی۔

غرض مصر میں بنی اسرائیل اور دوسرے اہل ایمان کے لیے ظلم و ستم کا ایک نیا دور شروع ہو گیا۔

www.storiespk.com

روحانی آدمی

فرعون نے حضرت موسیٰؑ کو جھٹلایا اور اسرائیلیوں پر بے پناہ ظلم کیے۔ پھر بھی کوئی عذاب نازل نہ ہوا تو فرعونی یہ سمجھنے لگے کہ ان سے باز پرس کرنے والا کوئی نہیں، اس لئے انہوں نے پہلے سے بھی زیادہ ظلم اور زیادتیاں شروع کر دیں۔ حضرت موسیٰؑ کی قوم کے لوگ نہایت ڈرپوک تھے۔ وہ ان سختیوں سے چیخ اٹھے کہ ''ان ظالموں کی رسی کب تک دراز رہے گی؟ کب تک ہم ظلم کی چکی میں پستے رہیں گے؟'' ان حالات میں حضرت موسیٰؑ کو تسلی دینے اور ان کی ہمت بڑھانے کے لیے اللہ نے ایک عجیب تدبیر اختیار کی۔ اللہ نے موسیٰؑ کو ہدایت کی کوئی ''فلاں جگہ ہمارا ایک نیک بندہ ہے۔ ہم نے اسے کچھ خاص علم عطا فرمایا ہے۔ جاؤ، اس سے ملاقات کرو۔''

حضرت موسیٰؑ اپنے ایک سعادت مند شاگرد کو ساتھ لے کر اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے پتے کے مطابق، سفر پر روانہ ہو گئے۔ انہوں نے اپنے شاگرد کو بتایا کہ ''مجھے دو دریاؤں کے سنگم تک جانا ہے۔ جب تک میں وہاں نہ پہنچ جاؤں، میں چلتا ہی رہوں گا، چاہے اس مقام کی تلاش میں سالہا سال تک چلنا پڑے۔'' سعادت مند شاگرد نے کہا: ''میں آپ کا ساتھ دوں گا۔''

دونوں لگاتار چلتے رہے یہاں تک کہ سنگم کے قریب پہنچ کر رُک گئے اور ایک پہاڑی کے دامن میں تھوڑی دیر کے لیے ستانے کو رُک گئے۔

جب وہ پہاڑی کے دامن میں بڑے بے فکر ہو کر آرام کر رہے تھے تو ایک عجیب ماجرا پیش آیا۔ سفر پر روانہ ہوتے وقت انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک بھنی ہوئی مچھلی ساتھ لے لی تھی۔ اس جگہ وہ مچھلی اچانک خدا کی قدرت سے زندہ ہو کر دریا میں پہنچ گئی۔ حضرت موسیٰ نے تو یہ دیکھا نہیں، اس لیے کہ ان کی آنکھ لگ گئی تھی۔ ان کے شاگرد نے سارا ماجرا اپنی آنکھوں سے دیکھا، مگر ان سے اس بات کا ذکر نہیں کیا۔

تھوڑی دیر ستانے کے بعد حضرت موسیٰ اُٹھے اور پھر سفر پر روانہ ہو گئے۔ کچھ دور جانے کے بعد انہوں نے اپنے شاگرد سے کہا: ''سفر نے ہمیں بری طرح تھکا دیا ہے۔ بھوک لگ رہی ہے۔ لاؤ، کچھ کھا لیں۔''

شاگرد نے ڈرتے ڈرتے کہا: ''کیا عرض کروں۔ جب آپ پہاڑی کے دامن میں آرام فرما رہے تھے، اس وقت ایک انوکھی بات ہوئی۔ ناشتے کی مچھلی زندہ ہو کر عجیب طریقے سے دریا کے اندر چلی گئی۔ آپ نے تو دیکھا نہیں، میں نے یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا، مگر اس نے اس کا ذکر حضرت موسیٰ سے نہ کیا۔''

www.storiespk.com

حضرت موسیٰ کے لیے یہ بڑی خوشخبری تھی۔ بولے: ''میں تو اسی انتظار میں تھا کہ دیکھیں یہ ماجرا کب پیش آتا ہے۔ ہماری منزل مقصود کا یہی نشان تو ہمیں بتایا گیا ہے۔ چلو، اسی مقام پر واپس چلیں۔ چنانچہ دونوں الٹے پاؤں لوٹے اور اسی جگہ پہنچے جہاں سے مچھلی دریا کے اندر چلی گئی تھی۔ یہاں انہیں خدا کا وہ نیک بندہ ملا جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے نوازا تھا اور اپنے پاس سے خاص علم عطا فرمایا تھا۔ حضرت موسیٰ کو انہی سے ملاقات کرنے کی ہدایت کی گئی تھی۔

ان کا نام حضرت خضرؑ تھا۔ حضرت موسیٰ نے ان سے درخواست کی: ''اجازت دیجئے کہ میں کچھ عرصہ آپ کے پاس رہوں اور جو خاص علم آپ کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے، اس سے کچھ سیکھوں۔''

www.storiespk.com

حضرت خضرؑ نے جواب دیا: ''مجھے اجازت دینے سے انکار نہیں مگر تم میرے ساتھ رہ کر صبر نہیں کر سکو گے۔ بات یہ ہے کہ میرے ہاتھ سے بعض ایسے کام ہوں گے جن کا بھید تم نہیں پا سکو گے۔ ایسی باتوں کو دیکھ کر تم صبر کر بھی سکتے ہو؟''

حضرت موسیٰؑ نے جواب دیا: ''انشاء اللہ آپ مجھے ہر طرح سے صابر پائیں گے۔ میں کسی بھی معاملے میں آپ کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کروں گا۔''

حضرت خضرؑ بولے: ''تم ایک شرط پر میرے ساتھ رہ سکتے ہو، اور وہ یہ ہے کہ جب تک میں خود تم سے نہ کہوں، تم کسی بھی بات کے بارے میں مجھ سے سوال نہ کرنا بلکہ جو کچھ میں کروں، اسے چپ چاپ دیکھتے رہنا۔''

حضرت موسیٰؑ نے کہا: ''مجھے یہ شرط منظور ہے۔''

اس قول و قرار کے بعد دونوں ایک کشتی میں سوار ہو کر سفر پر روانہ ہوئے۔ حضرت موسیٰؑ نے اپنے شاگرد کو رخصت کر دیا۔ کشتی پانی کی موجوں کو چیرتی ہوئی آگے بڑھی۔ کشتی دریا کے دوسرے کنارے پر لگنے والی ہی تھی کہ حضرت خضرؑ نے اس کا ایک تختہ توڑ کر اس میں شگاف کر دیا۔ یہ دیکھ کر حضرت موسیٰؑ سے ضبط نہ ہو سکا۔ جھٹ بول اُٹھے: ''کیا آپ نے کشتی میں چھید اس لیے کیا ہے کہ مسافروں کو غرق کر دیں؟ کتنا خطرناک کام کیا ہے آپ نے؟

www.storiespk.com

حضرت خضرؑ نے حضرت موسیٰؑ کو اپنی بات یاد دلائی اور کہا: ''میں نہ کہتا تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہیں کر سکو گے؟''

حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا: ''بھول ہوگئی۔ معاف کر دیجئے۔ بھول چوک میں ایک بات ہو جانے کی وجہ سے مجھ پر سختی نہ کیجئے۔''

حضرت خضرؑ نے ان کی خطا معاف کر دی۔ کشتی کنارے پر جا لگی۔ دونوں کشتی سے اتر کر آگے روانہ ہوئے یہاں تک کہ ایک بستی کے قریب پہنچے۔ بستی کے باہر انہیں ایک لڑکا ملا۔ حضرت خضرؑ نے اسے قتل کر دیا۔ یہ دیکھ کر موسیٰؑ سے نہ رہا گیا۔ بے اختیار بول اُٹھے: ''آپ نے یہ کیا کر ڈالا؟ ایک بے گناہ بچے کی جان لے لی، حالانکہ اس نے کسی کی جان نہیں لی تھی۔ آپ نے کتنی بری بات کی ہے!''

حضرت خضرؑ نے پھر اپنی بات یاد دلائی کہ ''میں نے تم سے نہ کہا تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہ کر سکو گے؟''

حضرت موسیٰؑ نے درخواست کی: ''اب کے اور معاف کر دیجئے۔ اس کے بعد میں آپ سے کوئی سوال کروں تو آپ کو حق ہوگا کہ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھیں۔''

www.storiespk.com

حضرت خضرؑ نے ایک بار پھر درگزر سے کام لیا۔ دونوں آگے بڑھے اور بستی کے اندر داخل ہوئے۔ سخت بھوک لگ رہی تھی۔ بستی والوں سے کھانے کو کچھ مانگا۔ مسافر کی خاطر تواضع کرنا لوگ بڑی سعادت سمجھتے ہیں، مگر اس بستی کے لوگ ایسے کمینے تھے کہ انہوں نے کھانے کو کچھ دینے سے صاف انکار کر دیا۔ اس پر حضرت خضرؑ نے ان کے ساتھ احسان کا سلوک کیا۔ بستی میں اس کی نظر ایک بوسیدہ دیوار پر پڑی جو گرنے ہی کو تھی۔ انہوں نے بڑی محنت سے اس دیوار کی مرمت کر کے اسے پھر سیدھا اور مضبوط کر دیا۔ اس پر حضرت موسیٰؑ پھر ضبط نہ کر سکے۔ بولے: ''آپ نے ان کمینے لوگوں کا کام مفت میں کیوں کر دیا؟ آپ تو ان سے اپنی محنت کی اجرت وصول کر سکتے تھے۔

حضرت خضرؑ نے کہا: ''بس اب میرا تمہارا ساتھ ختم ہے۔ اب تمہارے لیے عذر کی کوئی گنجائش نہیں رہی۔ البتہ جن باتوں پر تم سے صبر نہ ہو سکا، ان کی حقیقت میں تم کو بتائے دیتا ہوں۔''

''سب سے پہلے کشتی کا معاملہ لو۔ وہ کشتی چند مسکینوں کی تھی جو اس کے ذریعے دریا میں محنت مزدوری کر کے اپنا پیٹ پالتے تھے۔ آگے ایک ظالم بادشاہ کا علاقہ تھا جو زبردستی لوگوں کی کشتیاں چھین رہا تھا۔ میں نے کشتی کو عیب دار کر دیا تا کہ وہ ظالم اسے ناکارہ سمجھ کر چھوڑ دے اور وہ مسکین اپنے روزگار کے واحد ذریعے سے محروم نہ ہو جائیں۔''

''رہا اس لڑکے کا معاملہ۔ تو اس کے ماں باپ نہایت شریف اور سچے مومن ہیں اور لڑکا کفر اور بدکاری کی راہ پر چل رہا تھا۔ میں نے چاہا کہ انہیں اس ناہنجار لڑکے سے نجات مل جائے اور اللہ تعالیٰ اس کے بدلے انہیں ایسی اولاد عطا فرمائے جو فرمانبردار اور سعادت مند ہو اور ماں باپ اور رشتے داروں کے حقوق کا خیال رکھے۔''

آسمانی آفتیں

واپس جا کر حضرت موسیٰ نے بڑے عزم اور استقلال کے ساتھ دوبارہ اپنے کام کو شروع کیا۔ پہلے اپنی قوم کا حوصلہ بلند کیا۔ اور ان کو سمجھایا کہ ''اگر تم واقعی اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو تو اس پر بھروسہ کرو۔ فرعون کی طاقت سے خوف نہ کھاؤ۔ اگر تم صبر سے کام لو گے تو آخر کار تم ہی غالب ہو گے اور تمہارے دشمن ذلیل و خوار ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فرمانبردار بندوں کی ضرور مدد کرے گا۔''

کچھ دن کے بعد حضرت موسیٰ اپنے بھائی ہارونؑ کو ساتھ لے کر فرعون کے دربار میں پہنچے اور اسے سمجھایا کہ ''بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ جانے کی اجازت دے دو۔ ہم تین دن کی راہ بیابان میں جائیں گے اور پروردگار عالم کے لئے قربانی کریں گے۔ یہ ہمارا مذہبی فریضہ ہے۔ ہم تمہیں خدا کا پیغام پہنچا رہے ہیں۔ تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ اس کی تعمیل کرو اور خدا کی نافرمانی کر کے عذاب کو نہ بلاؤ۔''

مگر فرعون نے سنی ان سنی کر دی۔ وہ اپنے بل بوتے پر اکڑ گیا اور کہنے لگا: ''مصر کی بادشاہی میری ہے۔ یہاں میرے سوا اور کسی کا حکم نہیں چلے گا۔''

دونوں بھائی ناکام لوٹ آئے۔ حضرت موسیٰ نے خدا کی بارگاہ میں عرض کی: خدایا، فرعون حکومت کے نشے میں مست ہے۔ وہ ہماری بات تک سننے کا روادار نہیں۔ جب تک یہ کسی عذاب میں مبتلا نہ ہوگا، اس کی آنکھیں نہیں کھلیں گی۔ اسے عذاب کا مزا چکھا۔''

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کی دعا قبول فرمائی۔ مصر پر خدا کا عذاب نازل ہوا، خون کا عذاب، تمام دریاؤں، نہروں، کنوؤں، حوضوں اور تالابوں کا پانی خون میں تبدیل ہوگیا۔ مچھلیاں مر گئیں۔ پانی کے ذخیروں میں سڑاند پیدا ہوگئی۔ جہاں بھی دیکھتے پانی کی جگہ خون ہی خون ملتا۔ لوگ ایک ایک بوند پانی کو ترس گئے اور پیاس کے مارے ان کی جان لبوں پر آ گئی۔ ہر طرف کہرام مچ گیا۔

یہ حال دیکھ کر فرعون اور اس کے درباری گھبرا اُٹھے۔ ناچار حضرت موسیٰؑ کو بلایا اور کہا: ''تم کہتے ہو کہ خدا کے رسول ہو۔ اپنے خدا سے دعا کرو کہ وہ اس عذاب کو دور کر دے۔ اگر عذاب ٹل گیا تو ہم تمہاری بات مان لیں گے اور بنی اسرائیل کو تمہارے ہمراہ جانے کی اجازت دے دیں گے۔''

حضرت موسیٰؑ نے دعا کی تو عذاب ٹل گیا۔ لہو پھر پانی بن گیا۔ لوگوں کی جان میں جان آئی۔ مگر فرعون اور اس کے سردار اپنے وعدے سے پھر گئے۔ ان کا ارادہ تو شروع ہی سے وعدہ پورا کرنے کا نہ تھا۔

حضرت موسیٰؑ نے چند روز تک انتظار کیا کہ شاید ان کے ہوش ٹھکانے آ جائیں اور وہ اپنا وعدہ پورا کر دیں۔ مگر جب دیکھا کہ ان کے رویے میں ذرہ برابر فرق نہیں آیا تو انہوں نے پھر خدا سے عذاب کی دعا کی، اور عذاب آیا۔ اب ملک کے گوشے گوشے میں مینڈکوں کا سیلاب امنڈ آیا۔ دریا، تلاب، نہریں اور حوض مینڈکوں سے بھر گئے۔ کھیتوں، گلی کوچوں اور گھروں پر مینڈکوں کی بھرمار ہو گئی۔ پانی کے مٹکوں میں، کھانے پینے کے برتنوں

میں، غرض جہاں نگاہ پڑتی مینڈک ہی مینڈک نظر آتے۔ رہنے کے کمرے اور سونے کے بستر تک ان کی لپیٹ میں آ گئے۔ مصریوں کے لیے جینا دوبھر ہو گیا۔

حضرت موسیٰ جانتے تھے کہ وہ اپنے وعدے سے پھر جائیں گے۔ مگر اللہ تعالیٰ کی مرضی یہ تھی کہ انہیں اور مہلت دی جائے اس لیے انہوں نے دعا کی تو آبادیوں اور گلی کوچے مینڈکوں سے پاک ہو گئے۔ صرف دریاؤں، نہروں اور تالابوں میں مینڈک رہ گئے۔ مگر وہاں بھی ان کی تعداد گھٹ کر معمول کے مطابق ہو گئی۔

عذاب ٹل گیا تو فرعون اور اس کے درباری حسب معمول اپنے وعدے سے پھر گئے۔ حضرت موسیٰ نے بڑی نرمی اور محبت سے سمجھایا کہ ''خدا کے بندو، میری بات مان لو۔ بنی اسرائیل کو میرے ساتھ جانے کی اجازت دے دو۔ خدا کے عذاب کو پکار پکار کر نہ بلاؤ۔ کہیں ایسا ہولناک عذاب نہ

آجائے جس سے تمہاری جڑ ہی کٹ جائے۔'' مگر انہوں نے پھر خدا کے رسول کو جھٹلایا اور ٹھٹھے مارنے لگے۔ حضرت موسیٰ یہ کہہ کر واپس آ گئے کہ اب پھر خدا کے عذاب کے لیے تیار رہو۔ آج آیا یا کل آیا۔

حضرت موسیٰ نے پھر عذاب کے لیے دعا کی اور خدا کا عذاب آیا۔ اس دفعہ ٹڈی دل کا زبردست حملہ ہوا، جس نے فصلوں کا صفایا کر دیا۔ درختوں پر پتا تک نہ باقی چھوڑا۔ آسمان پر ہر وقت کالی گھٹا چھائی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ لوگ دہشت زدہ ہو کر چیخ اُٹھے کہ اس آسمانی آفت سے کب اور کیسے چھٹکارا ملے گا؟ کئی تدبیریں کیں۔ لیکن جب ان سے چھٹکارا پانے کی کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی تو پھر حضرت موسیٰ سے درخواست کی کہ ''اپنے پروردگار سے دعا کر کے ٹڈی دل سے نجات دلاؤ۔ اگر تم نے ہمیں اس آفت سے نجات دلا دی تو تم جو کچھ کہو گے، ہم مان لیں گے۔''

حضرت موسیٰ نے دعا کی تو ان پر سے وہ عذاب بھی ہٹا لیا گیا۔ عذاب سے چھٹکارا پاتے ہی وہ اپنی بات سے پھر گئے۔ بنی اسرائیل پر ظلم کرنا بند کیا اور نہ انہیں حضرت موسیٰ کے ہمراہ قربانی کے لیے بیابان میں جانے کی اجازت دی۔

حضرت موسیٰ نے فرعون اور اس کے درباریوں سے کہا: ''تم بار بار وعدہ کر کے اس سے پھر جاتے ہو۔ خدا کے عذاب سے ڈرو بنی اسرائیل کو میرے ساتھ جانے کی اجازت دے دو۔ تمہاری نافرمانیوں کی وجہ سے تم پر پہلے بھی عذاب آ چکے ہیں۔ تمہاری آنکھیں کیوں نہیں کھلتیں۔''

حضرت موسیٰ کی باتوں کا فرعون اور اس کے درباریوں پر کچھ اثر نہ ہوا۔ وہ اپنی ضد پر قائم رہے، اس لیے ایک بار پھر عذاب آیا۔ پورے ملک میں جوئیں، ٹکیاں، کھٹمل، مچھر اور سرسریں پھیل گئیں۔ جوؤں، کھٹملوں، مکھیوں اور مچھروں نے انسانوں اور حیوانوں کو عذاب میں مبتلا کر دیا۔ جوؤں کی وجہ سے ہر شخص ہر وقت بدن کو کھجاتا رہتا۔ مچھروں اور کھٹملوں نے لوگوں پر راتوں کی نیند حرام کر دی، اور مکھیوں نے کھانے پینے کی چیزوں پر ہلہ بول دیا۔ سرسریوں نے غلے کے گودام تباہ کر دیئے اور لوگ فاقوں مرنے لگے۔

فرعون اور اس کے درباریوں نے پھر حضرت موسیٰ سے درخواست کی کہ! ''اپنے رب سے دعا کر کے ان بلاؤں سے نجات دلا دو تو ہم تمہاری بات مان لیں گے۔''

حضرت موسیٰ کی دعا سے یہ بلائیں بھی ٹل گئیں مگر فرعون اپنی پرانی روش پر ہی قائم رہے۔ وہ اپنے وعدے کو اس طرح بھول گئے جیسے کوئی وعدہ کیا ہی نہ تھا۔

حضرت موسیٰ نے پھر دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور مصر پر خدا کا عذاب نازل ہوا۔ ہولناک بارشوں نے سارے ملک میں طوفان برپا کر دیا۔ اولے بھی پڑے۔ گرج، کڑک اور چمک سے لوگوں کے دل دہل گئے۔ سیلاب کی وجہ سے بستیاں کی بستیاں تباہ ہوگئیں۔ فصلوں کا صفایا ہوگیا۔ باغات اجڑ گئے۔ مویشی مر گئے۔ لوگ گھروں کے اندر بند ہو کر بیٹھ گئے۔ سارا کاروبار بند ہوگیا۔ ہر طرف واویلا مچ گیا۔

ان آسمانی آفتوں سے نجات پانے کے لئے لوگوں نے اپنے دیوتاؤں کے آگے گڑگڑا کر دعائیں کیں، مگر کوئی دعا کارگر نہ ہوئی۔

عذاب سے کون بچا سکتا ہے؟

آخر کار فرعون نے پھر حضرت موسیٰ سے کہا: ''اے جادوگر، تمہیں اپنے رب کی طرف سے جو اعلیٰ منصب عطا ہوا ہے، اس کا واسطہ دے کر اپنے رب

سے دعا کر کے اس بلا کو دفع کراؤ۔ اگر تمہاری دعا سے یہ بلا ٹل گئی تو ہم ضرور سیدھے راستے پر آ جائیں گے، اور تم جو کچھ کہتے ہو، مان لیں گے۔"

حضرت موسیٰ کی دعا سے وہ بلا بھی ٹل گئی۔ مگر جونہی عذاب ہٹا دیا گیا، وہ پھر اپنی بات سے پھر گیا۔

حضرت موسیٰ نے فرعون اور اس کے درباریوں سے کہا:

"تم اپنے وعدے سے پھر گئے، تم نے بہت بڑا گناہ کیا۔ ضد اور ہٹ دھرمی کو چھوڑ دو۔ خدا کا شکر کرو کہ اس نے وہ عذاب ٹال دیا۔ اپنے پچھلے گناہوں کی معافی مانگو اور آئندہ کے لیے توبہ کرو۔ بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ جانے دو۔ یہ خدا کا حکم ہے۔ اس کی نافرمانی کرو گے تو پھر عذاب میں گھر جاؤ گے۔" مگر فرعون اور اس کے درباریوں پر اس نصیحت کا کوئی اثر نہ ہوا، انہوں نے حضرت موسیٰ کی بات ماننے سے صاف انکار کر دیا حضرت موسیٰ یہ کہہ کر واپس آ گئے کہ "اب پھر خدا کا عذاب آئے گا۔"

حضرت موسیٰ نے ایک ایک کر کے انہیں کئی نشانیاں دکھائیں جو ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر تھیں۔ ہر عذاب سے بے بس ہو کر انہوں نے حضرت موسیٰ سے التجا کی کہ ''اپنے رب سے درخواست کر کے ہمیں اس عذاب سے چھٹکارا دلا دو تو ہم تمہاری بات مان لیں گے۔''

مگر جب حضرت موسیٰ کی دعا سے وہ عذاب ٹل گیا تو وہ اپنے وعدے سے پھر گئے اور سرکشی اور ظلم کی روش پر قائم رہے۔ ان کے دل گواہی دے رہے تھے کہ پورے ملک پر طوفان، ٹڈی دل کی بے پناہ بھرمار، مینڈکوں اور سرسریوں کا ہر طرف پھیل جانا کسی جادو کا کرشمہ نہیں بلکہ خدا کے دیئے ہوئے معجزوں کا نتیجہ ہے۔ وہ خوب جانتے تھے کہ ہر آفت حضرت موسیٰ کی درخواست پر آئی اور انہی کی دعا سے ٹلی۔ اس سے صاف ظاہر تھا کہ حضرت موسیٰ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور مصر کے لوگوں پر جو عذاب آئے، وہ خدا تعالیٰ کے حکم سے آئے۔ ایک بیوقوف سے بیوقوف آدمی بھی یہ بات سمجھ سکتا تھا۔ مگر فرعون اور اس کے سرداروں نے یہ بات ماننے سے صاف انکار کر دیا۔ کہنے لگے!

''ہم اپنے ہی جیسے دو آدمیوں کی بات کیسے مان لیں۔ جب کہ ان کی قوم ہماری غلام ہے۔''

یہ ان کی انتہائی ہٹ دھرمی تھی۔

حضرت موسیٰ نے فرعون اور اس کے درباریوں سے صاف صاف کہہ دیا۔ ''کہ تم اچھی طرح جان چکے ہو کہ میں نے تمہیں جو نشانیاں دکھائی ہیں وہ آسمانوں اور زمین کے مالک کے سوا کسی اور نے نازل نہیں کیں۔ تم جان بوجھ کر انکار کر رہے ہو۔ اب اس آخری عذاب کے لیے تیار ہو جاؤ جو تمہاری جڑ ہی کاٹ کر رکھ دے گا۔ تم کبھی مجھے جادوگر ٹھہراتے ہو کبھی کہتے ہو کہ تم اللہ تعالیٰ کے رسول نہیں ہو بلکہ اللہ تعالیٰ کے نام پر من گھڑت باتیں بیان کرتے ہو۔ کبھی مجھے حکومت کا بھوکا بتاتے ہو۔ میرا رب میرے حال سے خوب واقف ہے۔ اگر میں جھوٹا ہوتا تو میرا انجام ضرور برا ہوگا۔ اور اے فرعون اگر تو جھوٹا ہے تو تیرا انجام ہرگز اچھا نہیں ہو سکتا۔ جو شخص خدا کا رسول نہ ہو، اور خدا کا رسول ہونے کا دعویٰ کرے وہ ظالم ہے اور کبھی

فلاح نہیں پا سکتا۔ اور جو جھوٹے الزام لگا کر خدا کے رسول کو جھٹلاتا ہے وہ بھی ظالم ہے اور اسے بھی فلاح نصیب نہیں ہو سکتی۔ اب دیکھو آخری انجام کس کا اچھا ہوتا ہے۔''

حصہ دوم

اتنی واضح اور صاف نشانیاں دیکھ لینے کے بعد بھی فرعون اور اس کے ساتھی اپنی روش پر قائم رہے اور حضرت موسیٰؑ کو جھٹلاتے رہے۔ ان کی باتوں کو مذاق میں اُڑایا انہیں جادوگر کہا۔ ان پر یہ الزام بھی لگایا کہ وہ حضرت یوسفؑ کا دور واپس لانا چاہتے ہیں اور قطبیوں کی حکومت کا تختہ الٹ کر بنی اسرائیل کی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں۔

فرعون نے حضرت موسیٰؑ اور ان کے ساتھیوں کو خوفزدہ کرنے کے لیے فرمان جاری کیا کہ بنی اسرائیل کے لڑکوں کو پیدا ہوتے ہی قتل کر دیا جائے اور ان کی لڑکیوں کو زندہ رہنے دیا جائے۔ مگر اس کی یہ چال بھی کارگر نہ ہوئی بلکہ الٹا یہ اثر ہوا کہ لوگ رفتہ رفتہ حضرت موسیٰؑ پر ایمان لاتے رہے۔ بعض لوگوں نے کھلم کھلا اعلان کر دیا اور بعض نے ایمان کو چھپائے رکھا۔ فرعون کے درباری زبان سے تو انکار ہی کرتے رہے، مگر ان میں سے بہت سے

لوگوں کے دل مان چکے تھے کہ حضرت موسیٰؑ حق پر ہیں اور فرعون انتہائی ہٹ دھرمی پر تلا ہوا ہے۔

فرعون نے بازی ہارتی دیکھی تو اپنے دل میں حضرت موسیٰؑ کو قتل کرنے کی ٹھان لی۔ درباریوں اور سرداروں کو اپنا ہم خیال بنانے کے لئے اس نے ایک خاص اجلاس بلایا، اور کہا:

''اگر اسے زندہ رہنے دیا گیا تو مجھے اندیشہ ہے کہ یہ تمہارا دین بدل ڈالے گا یا ملک میں فتنہ اور فساد برپا کر دے گا۔ عوام کی بھلائی اسی میں ہے کہ اسے قتل کر دیا جائے۔''

اس موقعہ پر بھرے دربار میں فرعون کی قوم کا ایک شخص جو اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھا بول اٹھا:

''کیا تم ایک شخص کو محض اس لیے قتل کر دینا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے، میرا رب اللہ ہے۔ حالانکہ اس نے تمہیں ایسی کھلی کھلی نشانیاں دکھا دی ہیں جن سے یہ بات روز روشن کی طرح ظاہر ہو چکی ہے کہ وہ تمہارے رب کا بھیجا ہوا رسول ہے۔ میرا مشورہ یہ ہے کہ اگر تم اسے جھوٹا ہی سمجھتے ہو تو بھی مناسب یہی ہے کہ اسے اس کے حال پر چھوڑ دو۔ اگر وہ اللہ کا نام لے کر جھوٹ بول رہا ہے تو اللہ تعالیٰ خود اس سے نمٹ لے گا اور اس کا جھوٹ اسی پر پلٹ پڑے گا اگر وہ سچا ہے تو اس پر ہاتھ ڈال کر تم اللہ کے عذاب کو کیوں بلاتے ہو۔ اے میری قوم کے لوگو! آج تمہیں بادشاہی حاصل ہے اور تم زمین پر غالب ہو۔ لیکن اگر خدا کا عذاب تم پر آ گیا تو پھر کون ہے جو تمہاری مدد کر سکے گا؟ اللہ کی دی ہوئی نعمت کی ناشکری کر کے اس کے غضب کو کیوں دعوت دیتے ہو؟'' یہ سن کر فرعون نے کہا: ''میں تم لوگوں کو وہی مشورہ دے رہا ہوں جو مجھے مناسب اور صحیح معلوم ہوتا ہے، اور اسی راستے کی طرف تمہاری رہنمائی کرتا ہوں جو ٹھیک ہے۔ آگے تمہاری مرضی۔''

وہ شخص جو اپنے دل میں ایمان لا چکا تھا بولا: اے میری قوم مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں تم پر بھی وہ دن نہ آجائے جو اس سے پہلے نافرمان قوموں پر آچکا ہے۔ جیسا دن نوح علیہ السلام کی قوم، عاد کی قوم، ثمود کی قوم اور ان کے بعد والی نافرمان قوموں پر آیا تھا۔ مجھے ڈر ہے کہ ایک دن تم ایک دوسرے کو مدد کے لیے پکارو گے اور بھاگے بھاگے پھرو گے مگر اس وقت اللہ کے عذاب سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا۔ اس لیے ہٹ دھرمی چھوڑ دو اور سیدھی راہ اختیار کرو۔

فرعون کا غرق ہونا

فرعون نے حضرت موسیٰؑ کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیا، مگر اپنے دربار کے ایک مرد مومن کی کھری کھری باتیں سننے کے بعد سوچ میں پڑ گیا۔ اس نے بھانپ لیا کہ حضرت موسیٰؑ کا اثر حکومت کے اونچے عہدیداروں تک پہنچ چکا ہے۔ اگر حضرت موسیٰؑ کو قتل کر دیا گیا تو یہ عہدیدار حکومت کا تختہ الٹ

دیں گے۔ اس لیے حضرت موسیٰ کو قتل کرنے سے پہلے ان عہدیداروں کو کچلنا چاہئے جو حضرت موسیٰ کی طرف مائل ہو چکے ہیں۔ چنانچہ وہ ان تدبیروں میں لگ گیا۔

فرعون نے خطرے سے مقابلہ کرنے کے لیے تیاریاں شروع کر دیں۔ اس نے ایک طرف تو فوجیں جمع کرنے کے لئے شہروں میں ہرکارے بھیجے اور یہ کہلا بھیجا کہ ''ان مٹھی بھر آدمیوں نے ایک آفت مچا رکھی ہے۔ معلوم نہیں ان کے آئندہ کے ارادے کیا ہیں۔ ہمیں ہر وقت چوکنا رہنا چاہئے۔''

دوسری طرف عوام میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اثر کو ختم کرنے کے لیے اس نے پکار پکار کر کہنا شروع کیا: ''لوگو! کیا مصر کی بادشاہی میری نہیں، دریائے نیل سے نکلی ہوئی نہریں جن پر تمہاری ساری معیشت کا دارومدار ہے، کس کے حکم سے جاری ہیں؟ آخر تم اس کنگلے فقیر کے گرویدہ کیوں ہو رہے ہو؟ دیکھتے نہیں ہو کہ جس شخص کو میں گورنر یا سفیر بناتا ہوں، اسے قیمتی خلعت اور سونے کے کنگن پہناتا ہوں۔ اور اس کی خدمت اور حفاظت

کے لیے سپاہیوں اور چوبداروں کا دستہ مقرر کرتا ہوں تا کہ اس کا رعب اور دبدبہ قائم ہو؟ اگر حضرت موسیٰ رب العالمین کا رسول ہوتا تو وہ اسے ضرور سونے کے کنگن پہناتا اور اس کے ساتھ فرشتوں کا دستہ چلتا۔ یہ گلی کوچوں میں اس طرح جوتیاں نہ چٹخاتا پھرتا۔ لوگو! سوچو تو سہی میں بہتر ہوں یا یہ حقیر شخص جو اپنی بات بھی کھول کر بیان نہیں کر سکتا؟''

جب کئی کھلی کھلی نشانیاں دیکھ لینے کے بعد بھی فرعون اور اس کے سردار اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہے اور یہ تدبیریں کرنے لگے کہ حضرت موسیٰ اور ان کے ساتھیوں کا خاتمہ ہی کر ڈالیں تو حضرت موسیٰ کے ساتھی گھبرا اُٹھے۔ ان کی گھبراہٹ کو دور کرنے کے لیے حضرت موسیٰ نے انہیں نماز اور صبر کی تلقین کی۔ مصیبتوں اور آزمائشوں میں ثابت قدم رہنا بڑا کٹھن کام ہے۔ لیکن اللہ کی مدد سے یہ آسان ہو جاتا ہے۔ اللہ کی مدد حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ نماز ہے، اور نماز پر قائم رہنے کے لیے صبر درکار ہے۔ اس نصیحت کے ساتھ ہی انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ''اے پروردگار تو نے

فرعون اور اس کے سرداروں کو دنیا کی زندگی میں زینت اور مال سے نواز رکھا ہے۔ اے پروردگار، کیا یہ اس لیے ہے کہ وہ لوگوں کو تیری راہ سے بھٹکائیں؟ اے پروردگار، ان کے مال غارت کر دے اور ان کے دلوں پر مہر لگا دے تا کہ یہ اس وقت تک ایمان نہ لائیں جب تک دردناک عذاب کو اپنے سامنے نہ دیکھ لیں۔"

یہ ایک دکھے ہوئے دل کی فریاد تھی۔ یہ دعا حضرت موسیٰ نے اس وقت کی جب انہیں کئی سال کی لگاتار کوششوں کے بعد یقین ہو گیا کہ فرعون اور اس کی قوم کے اکثر لوگ کسی طرح بھی سیدھی راہ نہیں آئیں گے۔ اور اگر انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا تو یہ اہل ایمان کی جڑ کاٹ کر رکھ دیں گے۔ یہ بد دعا حضرت موسیٰ نے ضرور اللہ تعالیٰ کے اشارے پر کی ہو گی۔ پیغمبر ایسی بد دعا اپنی مرضی سے کبھی نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اے موسیٰ، تمہاری دعا قبول ہو گئی۔ ہمت نہ ہارو۔ ثابت قدم رہو۔ اور جاہلوں کے طریقے کی ہرگز ہرگز پیروی نہ کرنا۔ دیکھو،

www.storiespk.com

میرے بندوں کو ہمراہ لے کر راتوں رات مصر سے چل پڑو۔ پھر ان کے گزرنے کے لیے سمندر میں سوکھی سڑک بنالو۔ تم لوگوں کا پیچھا کیا جائے گا۔ مگر تمہیں نہ تو کسی کے تعاقت کا خوف اور ڈر ہونا چاہئے اور نہ سمندر کے بیچ سے گزرتے ہوئے کوئی خطرہ محسوس کرنا چاہئے۔"

مصر میں بنی اسرائیل کی پوری آبادی ایک جگہ پر نہ تھی۔ بلکہ کئی شہروں اور بستیوں میں پھیلی ہوئی تھی، اگرچہ سب سے زیادہ لوگ جشن میں آباد تھے۔ جب حضرت موسیٰ نے فرعون سے یہ تقاضا کرنا شروع کیا کہ بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ جانے دو تو بنی اسرائیل سے بھی کہہ دیا کہ مصر سے ہجرت کر جانے کے لیے تیار رہیں۔ چنانچہ بنی اسرائیل ہجرت کے لیے ہر وقت تیار بیٹھے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو حکم دے دیا کہ اب بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے نکل جاؤ تو انہوں نے بنی اسرائیل کی ساری بستیوں میں ہدایت بھیج دیں اور ایک خاص رات مقرر فرمادی کہ اس رات کو مہاجرین ہر شہر اور بستی سے نکل کھڑے ہوں۔"

یہودیوں کی مقدس کتاب تورات میں لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ نے فرعون سے کہا کہ بنی اسرائیل کو قربانی کرنے کے لیے ہمارے ساتھ جانے دو۔ مگر فرعون نے صاف انکار کر دیا بلکہ غصے میں آ کر ان کی بیگار اور مشقت میں اضافہ کر دیا کہ یہ کاہل اور کام چور ہو گئے ہیں، اس لیے عبادت اور قربانی کے بہانے بنا رہے ہیں۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے ان پر آفتیں نازل کرنی شروع کیں تو زچ ہو کر ذرا نرم پڑ گیا اور پوچھا کہ ''تم انہیں قربانی کے لیے کہاں لے جانا چاہتے ہو؟'' حضرت موسیٰ نے جواب دیا کہ ''ہم تین دن کی راہ بیابان میں جائیں گے۔'' فرعون نے پوچھا کہ ''اپنے اپنے شہروں میں ہی قربانی کیوں نہیں کر لیتے؟'' حضرت موسیٰ نے جواب دیا کہ ''ہم گائے کی قربانی کرنا چاہتے ہیں۔ اگر ہم نے شہروں کے اندر قربانی کی تو مصری خون خرابہ کریں گے، اس لیے کہ وہ گائے کو مقدس سمجھتے ہیں۔''

یہ جھگڑا عرصے تک چلتا رہا۔ آخر کار آسمانی آفتوں اور بلاؤں سے تنگ آ کر درباریوں نے فرعون کو مشورہ دیا کہ بنی اسرائیل کو حضرت موسیٰ کے ساتھ

جانے دو، ورنہ حضرت موسیٰ کے ہاتھوں مصر تباہ ہوجائے گا۔فرعون نے مجبور ہوکر انہیں آبادی سے دور بیابان میں جا کر قربانی کی رسم ادا کرنے کی اجازت دے دی۔

ایسا لگتا ہے کہ ادھر فرعون کی طرف سے قربانی کی رسم ادا کرنے کی اجازت ملی، ادھر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کی دعا کے جواب میں انہیں حکم دے دیا کہ بنی اسرائیل کو مصر سے نکال کے لے جاؤ۔ چنانچہ بنی اسرائیل اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں ہجرت کے ارادے سے اپنی اپنی بستیوں سے نکل پڑے۔فرعون یہی سمجھتا رہا کہ قربانی کی رسم ادا کرنے جا رہے ہیں۔لیکن جب بنی اسرائیل کا قافلہ کہیں رکے بغیر آگے بڑھتا چلا گیا اور فرعون کو جاسوسوں کے ذریعے یہ خبر ملی کہ بنی اسرائیل مصر سے ہجرت کر رہے ہیں تو اس کے پاؤں تلے کی زمین نکل گئی اور اس نے محسوس کیا کہ مصر کی معیشت تباہ ہوجائے گی۔ چنانچہ اس نے ایک لشکر کے ساتھ ان کا پیچھا کیا مگر قافلہ اس وقت تک اتنی دور نکل چکا تھا کہ پوری دوڑ دھوپ کے باوجود

فرعون کا لشکر انہیں پکڑ نہ سکا۔

غرض جیسا کہ پہلے سے طے پا چکا تھا۔ایک رات کو سارے اسرئیلی اور غیر اسرائیلی مسلمان ایک مقام پر جمع ہوئے۔اور وہاں سے ایک قافلے کی صورت میں روانہ ہو گئے۔مصر کو بحیرہ قلزم جزیرہ نمائے سینا سے جدا کرتا ہے۔شمال میں بحیرہ قلزم کی دو شاخیں ہو گئی ہیں۔سینا کا جزیرہ نما انہی دو شاخوں کے درمیان واقع ہے۔

آج کل نہر سویز نے مغربی شاخ کو بحیرہ روم سے ملا دیا ہے۔اس زمانے میں نہر سیز نہ تھی۔بحیرہ قلزم کے شمال سے لے کر بحیرہ روم کے ساحل تک خشکی کا علاقہ تھا۔یہی وہ علاقہ تھا جہاں سے مصر سے سینا جانے والے لوگوں کو بحیرہ قلزم عبور نہیں کرنا پڑتا تھا اور اس زمانے میں یہی قریب کا راستہ بھی تھا اور مصر سے سینا جانے والے تمام راستے اسی علاقے سے گزرتے تھے۔مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ راستہ اختیار نہ کیا، کیونکہ اس علاقے

کے تمام راستوں پر مصری حکومت نے فوجی چھاؤنیاں قائم کر رکھی تھیں۔ مہاجرین کے اتنے بڑے قافلے کا ان میں سے کسی راستے سے بچ کر نکل جانا ممکن نہ تھا، اس لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام قافلے کو لے کر بحیرہ قلزم کی طرف چلے۔ ان کا خیال تھا کہ ساحل کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے سینا کے جنوبی علاقے میں پہنچ جائیں گے۔

مہاجرین کا قافلہ بحیرہ قلزم کے مغربی کنارے پر پہنچا ہی تھا کہ فرعون ایک زبردست لشکر کے ساتھ ان کا پیچھا کرتا ہوا ان کے قریب آ پہنچا۔ اب مہاجرین کے سامنے سمندر تھا اور پیچھے فرعون کا لشکر۔ مہاجرین ان دونوں کے درمیان بالکل گھر چکے تھے، یہ حال دیکھ کر ان پر دہشت طاری ہوگئی اور وہ چیخ اُٹھے کہ ''ہم تو مارے گئے۔ اے موسیٰ کیا مصر میں قبروں کے لیے جگہ نہ تھی جو تم ہم کو بے کسی کی موت مرنے کے لیے اس بیابان میں لے آئے؟ تم نے ہمیں مصر سے کیوں نکالا؟ ہم نہ کہتے تھے کہ ہمیں مصر ہی میں رہنے دو کہ ہم مصریوں کی خدمت کریں، کیونکہ مصریوں کی خدمت کرنا،

اس بیابان میں مرنے سے کہیں بہتر تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں تسلی دی اور کہا کہ ''ہمارا رب ہمارے ساتھ ہے۔ وہ ضرور ہماری مدد فرمائے گا۔ خدا پر بھروسہ رکھو''۔

عین اس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنا عصا سمندر پر مارو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حکم کی تعمیل کی۔ آن کی آن میں سمندر پھٹ کر دو ٹکڑے ہوگیا۔ ہر ایک ٹکڑا ایک مضبوط چٹانی دیوار بن کر کھڑا ہوگیا اور ان دیواروں کا درمیانی حصہ خشک ہو کر ایک سوکھی سڑک بن گیا۔ اس طرح اللہ کے فضل و کرم سے مہاجرین کے قافلے کے لیے سمندر کے بیچوں بیچ ایک راستہ بن گیا۔ مہاجرین بڑے اطمینان کے ساتھ اس راستے پر چل پڑے۔ فرعون بھی اپنے لشکر کو لے کر اسی راستے پر چل پڑا۔ مہاجرین سمندر کو عبور کر کے دوسری طرف بخیریت پہنچ گئے۔ فرعون اور اس کا لشکر ابھی آدھا راستہ طے کر پائے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے سمندر کے دونوں ٹکڑے ایک بار پھر مل گئے اور فرعون اپنے لشکر سمیت سمندر میں

غرق ہوگیا۔ بنی اسرائیل نے مشرقی ساحل پر کھڑے ہوئے یہ ہولناک منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

جب سمندر کی طوفانی لہروں نے فرعون کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تو وہ اپنے خدائی کے دعوے کو بھول گیا۔ اس کا تکبر اور غرور اور اس کی اکڑفوں ختم ہوگئی۔ بے بسی کے عالم میں پکار اٹھا:

''میں نے مان لیا کہ حقیقی خداوند صرف وہ ہے جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں۔ میں بھی اسکے آگے اطاعت کا سر جھکانے والوں میں شامل ہوں۔''

ندا آئی: ''اب ایمان لاتے ہو؟ حالانکہ اس سے پہلے تو تم نافرمانی ہی کرتے رہے اور فساد برپا کرنے والوں میں شامل رہے۔ اب تو ہم صرف تمہاری لاش ہی کو بچالیں گے تاکہ آنے والی نسلیں اس کو دیکھ کر عبرت حاصل کریں، اگرچہ بہت سے انسان ایسے ہیں جو ہماری نشانیوں سے غفلت برتتے ہیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے سمندر کی لہروں نے فرعون کی لاش کو ساحل پر پھینک دیا۔ جزیرہ نمائے سینا کے مغربی ساحل پر آج بھی وہ مقام موجود ہے جہاں فرعون کی لاش سمندر میں تیرتی ہوئی پائی گئی تھی۔

اس کو آج کا جبل فرعون کہتے ہیں۔ اس کے قریب ایک گرم پانی کا چشمہ ہے جس کو وہاں کے لوگ حمام فرعون کہتے ہیں۔ فرعون کی لاش آج بھی مصر کے عجائب گھر میں لوگوں کی عبرت کے لیے موجود ہے۔

یہ غرق ہونے والے جب حکمران تھے تو ان کی عظمت کے ڈنکے بج رہے تھے۔ ان کی تعریفوں کے نغمے ہر طرف گونج رہے تھے۔ خوشامدیوں کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ ان کے آگے پیچھے لگے رہتے تھے۔ ہر طرف ان کی دھوم مچی ہوئی تھی۔ مگر جب وہ گرے تو اس طرح گرے کہ کوئی آنکھ ان کے لیے رونے والی نہ تھی۔ بلکہ ان کے غرق ہونے کی خبر سن کر دنیا نے اطمینان کا سانس لیا۔ ہر شخص خوشی سے پکار اٹھا:

''خس کم، جہاں پاک'' گویا ایک کانٹا تھا جو پہلو سے نکل گیا۔

ان لوگوں نے نہ خلق خدا کے ساتھ کوئی بھلائی کی تھی کہ زمین والے ان کے لیے روتے۔ نہ انہوں نے خدا کی خوشنودی کا کوئی کام کیا تھا کہ آسمان والوں کو ان کی ہلاکت پر افسوس ہوتا۔ جب تک اللہ تعالیٰ نے انہیں مہلت دی، وہ زمین کے سینے پر مونگ دلتے رہے۔ اور جب ان کی زیادتیاں اور ظلم حد سے بڑھ گئے تو انہیں اس طرح اٹھا کر پھینک دیا گیا جیسے کوڑا کرکٹ پھینکا جاتا ہے۔

انہیں اپنے شاندار محلات پر ناز تھا۔ وہ ہر وقت عیش و عشرت میں ڈوبے رہتے تھے۔ وہ اپنے پھلوں سے لدے ہوئے باغات، سرسبز و شاداب کھیتوں، چشموں، حوضوں اور تالابوں پر اتراتے تھے۔ مگر ان میں سے کسی نے بھی ان کا ساتھ نہ دیا۔ یہ سب ان کے ہاتھ آئے جو ان پر لعنت بھیجتے تھے۔

فرعون نے آخری وقت میں توبہ بھی کی اور کہا کہ ''میں تجھ پر ایمان لایا، اے خداوند، تیرے سوا کوئی خدا نہیں''۔ مگر اس کی توبہ قبول نہ ہوئی۔ بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ان بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے جو نادانی یا بھول چوک میں کوئی گناہ یا نافرمانی کر بیٹھتے ہیں اور جونہی انہیں اپنی غلطی کا علم ہوتا ہے فوراً اس سے توبہ کر لیتے ہیں اور پھر اس گناہ کے قریب بھی نہیں جاتے۔ ان لوگوں کی توبہ ہرگز قبول نہیں ہوتی جو بڑی ڈھٹائی کے ساتھ گناہ کیے چلے جاتے ہیں۔ اور جب ان میں سے کسی کے سامنے موت آن کھڑی ہوتی ہے تو پکار اٹھتا ہے کہ ''اب میری توبہ!'' اور نہ ان لوگوں کی توبہ قبول ہوتی ہے جو کفر کی حالت میں مرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ کون سچے دل سے توبہ کر رہا ہے کہ اس کی توبہ قبول کی جائے اور کون بلا ٹالنے کے لیے جمع خرچ کر رہا ہے۔

بنی اسرائیل جب سلامتی کے ساتھ بحیرہ قلزم کو پار کر گئے اور انہوں نے اپنی آنکھوں سے فرعون اور اس کے لشکروں کو غرق ہوتے دیکھا، اور پھر ان کی

لاشیں تیرتی دیکھیں تو بے حد خوشی اور مسرت کا اظہار کیا اور شادمانی کے گیت گائے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے لوگوں کو جمع کر کے فرمایا "اللہ کا ارشاد ہے کہ اپنی قوم سے کہو، یاد رکھیں کہ وہ میں ہوں جس نے تمہیں زبردست فتنے سے نجات دلائی۔ پس میرا شکر ادا کرتے رہو اور میرے سوا اور کسی کی بندگی نہ کرنا۔

من وسلویٰ

حضرت موسیٰ علیہ السلام بحرہ قلزم کو صحیح سلامت عبور کر لینے کے بعد اسرائیل کا قافلہ سمندر کے ساحل کے ساتھ جزیرہ نمائے سینا کے جنوبی علاقے کی طرف بڑھا۔ ان کا گزر ایک ایسے مقام سے ہوا جہاں مصریوں کا ایک بہت بڑا بت خانہ تھا اور سامی نسل کے لوگوں کا چاند دیوی کا مندر تھا۔ ان

مندروں کے اندر بڑے حسین بت رکھے ہوئے تھے، جن کے آگے لوگ سجدے کر رہے تھے اور نذریں پیش کر رہے تھے۔ مصر کی غلامی نے بنی اسرائیل کے عقیدے کو بگاڑ دیا تھا۔ وہ گائے کی تعظیم کرنے لگے تھے اور بتوں کے ساتھ بھی ان کے دل میں ایک طرح کا لگاؤ پیدا ہو گیا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کوششوں کے باوجود ان کا عقیدہ پوری طرح درست نہ ہوا تھا۔ چنانچہ ان بتوں کو دیکھ کر وہ بے تاب ہو گئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی کہ ''اے موسیٰ، جس طرح ان لوگوں کے دیوتا ہیں، اسی طرح ایک حسین سا دیوتا ہمارے لیے بھی بنا دیجئے''۔

حیرت ہے کہ انہوں نے ایسی بیہودہ بات کی۔ ابھی انہیں مصر سے نکلے زیادہ دن نہیں گزرے تھے۔ سمندر کا پھٹنا اور ان کے گزرنے کے لیے اس میں ایک سوکھی سڑک کا بن جانا، پھر ان کا خیریت سے سمندر کو عبور کر لینا اور ان کی آنکھوں کے سامنے فرعون کا اپنے لشکر سمیت غرق ہو جانا، اور دوسرے واقعات کی یاد ابھی بالکل تازہ تھی۔ خوب جانتے تھے کہ یہ جو کچھ ہوا، محض اللہ کی قدرت کا کرشمہ تھا، کسی دیوی دیوتا کا اس میں کوئی دخل نہ تھا

۔بلکہ مصر کا سب سے بڑا دیوتا فرعون تو خود بھی غرق ہوگیا۔مگر اس پر بھی انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ایک دیوتا بنانے کی درخواست کی۔ کس قدر احمق اور ناشکرے لوگ تھے!

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی اس درخواست پر بے حد غصہ آیا۔انہوں نے ان کو ڈانٹا،ملامت کی اور شرم دلانے کے لیے کہا کہ ''تم لوگ تو جاہلوں کی سی باتیں کر رہے ہو۔یہ گمراہ لوگ جس طریقے پر چل رہے ہیں،یہ سراسر باطل ہے اور مٹ کر رہے گا۔کیا میں تمہارے لیے اللہ کے سوا کوئی اور معبود تلاش کروں؟ حالانکہ اللہ ہی ہے جس نے تمہیں دنیا بھر کی قوموں پر فضیلت بخشی ہے۔اس نے تمہیں فرعونیوں کے پنجے سے نجات دلائی جنہوں نے تمہیں سخت عذاب میں مبتلا کر رکھا تھا،تمہارے بیٹوں کو قتل کرتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زندہ رہنے دیتے تھے۔یہ تمہارے لیے سخت آزمائش کا دور تھا۔اللہ تعالیٰ ہی نے وہ مصیبتوں کا دور ختم کیا۔افسوس ہے کہ تم خدا کے ان احسانات کو اتنی جلدی بھول گئے۔تمہیں خدا کا شکر ادا کرنا

چاہیے۔اس کی عبادت کرنی چاہیے،اور یہ گندے خیال دل سے نکال دینے چاہیں۔''

جزیرہ نمائے سینا پہنچنے کے بعد بنی اسرائیل کی زندگی کا ایک نیا دور شروع ہو رہا تھا۔ان کو مل جل کر رہنا سکھانے ،ان کے اخلاق سنوارنے ،انہیں مذہبی تعلیم دینے اوران کے آپس کے جھگڑوں کو چکانے کے لئے خاص انتظام کی ضرورت تھی۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالی کے حکم سے انہیں بارہ گھرانوں میں تقسیم کردیا، جوحضرت یعقوب کے دس بیٹوں ،اورحضرت یوسف کے دوبیٹوں کی اولاد تھے اور ہر گروہ کا ایک سردار مقرر کر کے گھرانے کے لوگوں کی نگہبانی،تعلیم وتربیت اور رہنمائی کا کام اس کے سپرد کیا۔

بنی اسرائیل اب جس علاقے میں تھے،یہ ایک لق ودق بیابان تھا۔

جس میں دور دور تک سبزے کا نام تک نہ تھا۔یہ لوگ خوراک کا ذخیرہ مصر سے اپنے ساتھ لے کر چلے تھے،وہ ختم ہوچکا تھا۔اس لیے اب فاقوں کی

نوبت آ گئی تھی۔لوگ گھبرا اُٹھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے شکایت کی کہ ”دیکھتے نہیں اس لق ودق بیابان میں ہمارا کیا حشر ہو رہا ہے؟اس سے تو ہم مصر میں اچھے تھے۔وہاں پیٹ بھرنے کو خوراک تو مل جاتی تھی۔کیا آپ ہمیں اس بیابان میں بھوکا مارنے کے لیے لائے ہیں؟ کاش ہم مصر میں مرکھپ گئے ہوتے!۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خدا تعالیٰ سے خوراک کے انتظام کے لیے درخواست کی۔ان کی درخواست قبول ہوئی اور ان پر من وسلویٰ اتارا گیا۔ (من وسلویٰ دو قدرتی غذائیں تھیں۔من دھنیے کے دانوں جیسی ایک چیز تھی، جو اوس کی طرح رات کو آسمان سے گرتی اور زمین پر جم کر دھنیے کے کول کول دانوں کی شکل اختیار کر لیتی۔صبح کو لوگ ان بکھرے ہوئے دانوں کو سمیٹ لیتے۔کھانے میں من کا مزا نہایت لذیز اور شیریں حلوے جیسا تھا۔سلویٰ بٹیرے کی قسم کے پرندے تھے۔خدا کی مہربانی سے ہر شام کو ان کے غول کے غول زمین پر اترتے اور ہر طرف پھیل جاتے۔لوگ انہیں

بڑی آسانی سے پکڑ لیتے اور بھون کر کھاتے۔)

مہاجرین کی تعداد لاکھوں تک پہنچتی تھی۔ اتنی بڑی آبادی کے لیے لق ودق بیابان میں خوراک کا انتظام کرنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ کی خاص مہربانی سے یہ مسئلہ حل ہوگیا۔ سالہا سال تک پوری قوم کو یہ قدرتی غذائیں بے مشقت ملتی رہیں اور کبھی بھی خوراک کی کمی کی شکایت پیدا نہ ہوئی۔ یہ نعمتیں عطا کر کے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تمہارے لیے یہ پاک غذا مہیا کر دی گئی ہے۔ شوق سے کھاؤ۔ مگر ان نعمتوں سے سیر ہو کر سرکشی نہ کرنا ،ورنہ میرا غضب نازل ہوگا۔ اور جس پر میرا غضب نازل ہوا، وہ ہلاک ہوا۔ البتہ جو کوئی توبہ کرے، ایمان لائے، نیک عمل کرے اور سیدھے راستے پر چلتا رہے تو میں یقیناً اسکے لیے بڑا بخشنے والا ہوں۔

اب وہ آگے بڑھے اور منزل بہ منزل کوچ کرتے ہوئے ایسی جگہ پہنچے جہاں پینے کے پانی کی سخت قلت تھی، دور دور تک کہیں پانی کا پتہ نہ تھا۔ یہ

حال دیکھ کر لوگ گھبرا اُٹھے اور پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس شکایت لے کر آئے کہ ”خدا کے لیے پانی کا کچھ انتظام کیجئے، ورنہ ہم پیاس کے مارے تڑپ تڑپ کر مر جائیں گے۔ اے حضرت موسیٰ علیہ السلام تم ہمیں مصر سے نکال کر یہاں اس لیے یہاں لائے تھے کہ ہم، ہمارے بال بچے اور ہمارے مویشی پیاس سے ہلاک ہو جائیں؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا کی۔ حکم ہوا کہ ”وہ سامنے جو چٹان ہے، اس پر اپنا عصا مارو“۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فوراً حکم کی تعمیل کی تو اس چٹان سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے۔ بنی اسرائیل کے بارہ گھرانے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر گھرانے کے لیے ایک چشمہ نکال دیا تا کہ ان کے درمیان پانی پر جھگڑا نہ ہو۔

اگر اس افراط سے پانی کا انتظام نہ ہوا ہوتا تو اس بے آب و گیاہ صحرا میں ان لوگوں میں ہر روز پانی پینے پلانے پر تلواریں چلتی رہتیں۔ اس لیے یہ واقعہ

ایک عظیم معجزہ ہی نہ تھا بلکہ ایک عظیم احسان بھی ہوتا، جس کے لیے جس قدر بھی شکر بجالاتے کم تھا۔ لیکن بنی اسرائیل ایسے نمک حرام تھے کہ خدا کی نعمتوں سے خوب فائدہ اُٹھاتے مگر اس کا شکر ادا کرنا تو درکنار، الٹی ناشکری کرتے۔

سینا کے علاقے میں مکانوں کا تو ذکر ہی کیا، سر چھپانے کے لیے لوگوں کے پاس خیمے تک نہ تھے۔ وہاں سخت گرمی پڑتی تھی۔ نیچے سے زمین تپتی تھی، اوپر سے دھوپ پڑتی تھی۔ کوئی ایسی جگہ نہ تھی جہاں دھوپ سے پناہ لے سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے حال پر رحم فرمایا اور مدتوں آسمان پر بادل چھائے رہے۔ مہاجریں جہاں بھی جاتے، بادل سائبان کی طرح ان کے سروں پر سایہ کیے رہتے۔ اکثر لوگ، خاص طور پر بچے اور بوڑھے، دھوپ سے جھلس کر ہلاک ہوجاتے۔

سینا کے بیابانی علاقے میں بنی اسرائیل کے لیے اگر زندگی کی ان تین بنیادی ضرورتوں کا انتظام نہ کیا جاتا تو یہ قوم، جس کی تعداد لاکھوں تک پہنچتی تھی

،اس علاقے میں بھوک، پیاس اور گرمی کی وجہ سے ہلاک ہوجاتی۔خوراک مہیا کرنے کے لیے من وسلویٰ اتارا گیا۔پانی فراہم کرنے کے لیے چٹان سے بارہ چشمے جاری کیے گئے، اور دھوپ کی تپش سے بچانے کے لیے آسمان پر بادل بچھا دیئے گئے۔اللہ تعالیٰ نے ان پر کتنے بڑے احسانات کیے۔مگر یہ قوم بڑی ہی ناشکری بلکہ نمک حرام تھی۔اللہ کے فضل وکرم کی ایسی کھلی کھلی نشانیاں دیکھ لینے کے بعد بھی لگاتار نافرمانیاں کرکے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایذ دیتی رہی۔

ذات کا مشاہدہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو مصر سے نکلے ہوئے کوئی تین ماہ گزر چکے تھے انہوں نے سینا کے بیابان میں کوہ طور کے سامنے خیمے لگا رکھے تھے۔ اب وہ ایک آزاد اور خودمختار قوم تھے۔اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پہاڑ پر طلب فرمایا تاکہ انہیں بنی اسرائیل کے لیے شریعت کا قانون

اور عملی زندگی کا ہدایت نامہ عطا فرمائے۔ حکم ہوا کہ ''کوہ طور کے مشرقی دامن میں آ کر چالیس دن تک روزے رکھو، اور رات دن اللہ کی عبادت اور اس کی یاد میں لگے رہو۔ اپنے دل و دماغ کو ہر طرف سے ہٹا کر اللہ کے دھیان کی طرف لگا دو تا کہ تمہارے اندر ہماری ہدایات اور احکام کو قبول کرنے اور سمجھنے کی استعداد پیدا ہو جائے''۔

رخصت ہونے سے پہلے انہوں نے اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا خلیفہ بنایا اور تاکید کی کہ ''میرے پیچھے قوم میں میری جانشینی کرنا۔ ان کو حق کی راہ پر چلاتے رہنا۔ ہر کام میں ان کی اچھی طرح سے نگرانی کرنا، اور ان کے اندر کوئی خرابی ظاہر ہو تو اس کی اصلاح کرتے رہنا۔ دیکھو، خوب ہوشیار رہنا، ٹھیک کام کرنا اور بگاڑ پیدا کرنے والوں کی پیروی نہ کرنا''۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جانتے تھے کہ قوم کے اندر کچھ شریر لوگ بھی ہیں۔ ان کا پچھلی کارستانیوں کی وجہ سے شرارت کا اندیشہ تھا، اس لیے انہوں نے

حضرت ہارون علیہ السلام کو خاص طور پر تاکید فرمائی کہ بگاڑ پیدا کرنے والوں سے ہوشیار رہیں۔ حضرت ہارون علیہ السلام یوں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تین سال بڑے تھے۔ مگر نبوت کے کام میں ان کے نائب اور مددگار تھے، اس لیے وہ اپنے چھوٹے بھائی کی ہدایت پر عمل کرتے تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور کے مشرقی دامن میں عبادت کے چالیس دن پورے کر لیے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی ہم کلامی کا شرف بخشا۔ اس سے ان کا حوصلہ بڑھ گیا اور ان کے دل میں شوق پیدا ہوا کہ اللہ تعالیٰ سے کلام کا شرف تو حاصل ہو گیا ہے، کتنی بڑی سعادت ہوگی کہ اس کے دیدار کا شرف بھی حاصل ہو جائے؟ چنانچہ نہایت ادب سے درخواست کی کہ ''اے پروردگار، مجھے اپنے دیدار سے سرفراز فرما''۔

جواب ملا: ''اے موسیٰ، تم دیکھ نہیں سکتے ..... اچھا دیکھو، ہم اپنی ذات کی تجلی اس سامنے والے پہاڑ پر ڈالتے ہیں۔ اس پہاڑ کی طرف دیکھتے رہو۔ اگر یہ اپنی جگہ قائم رہ گیا تو تم بھی مجھے دیکھ سکتے ہو۔ اگر پہاڑ اپنی جگہ قائم نہ رہ سکا تو بھلا ایک کمزور انسان تجلی کی تاب کیسے لا سکتا ہے؟''

اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پر اپنی تجلی ڈالی جس نے پہاڑ کو ریزہ ریزہ کر دیا، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام تو غش کھا کر گر پڑے۔ تھوڑی دیر کے بعد جب ہوش میں آئے تو بولے: ''خدایا! پاک ہے تیری ذات۔ تجھے ان انسانی آنکھوں سے نہیں دیکھا جا سکتا۔ میں نے بہت بڑی جسارت کی کہ تجھے دیکھنے کی خواہش کی۔ میں اس سے توبہ کرتا ہوں اور معافی چاہتا ہوں اور میں سب سے پہلا اس بات پر ایمان لانے والا بنتا ہوں کہ ہماری آنکھیں اس قابل نہیں ہیں کہ تیری ذات کا مشاہدہ کر سکیں''۔

یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو سیدھی راہ پر لانے کے لیے کیا۔ وہ بار بار حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تقاضا کرتے تھے کہ جب خدا تعالیٰ تم سے باتیں کرتا ہے تو ہم سے بھی آمنے سامنے ہو کر بات کرے تا کہ ہم اسے دیکھیں۔ وہ اب تک اللہ تعالیٰ کی قدرت کی کئی جھلکیاں دیکھ چکے تھے۔ مگر پھر بھی ان کے دل کو اطمینان نہیں ہوتا تھا اور ان دیکھے خدا پر ان کا دل نہیں جمتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کے ذریعے انہیں بتایا کہ خدا آنکھوں

سے دیکھنے اور ہاتھوں سے چھونے کی چیز نہیں، عقل سے سمجھنے اور دل سے ماننے کی چیز ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ ساری باتیں بنی اسرائیل کو سمجھائیں، مگر ان میں سے بہت سوں کے دل میں یہ بات نہ اُتری۔

اس واقعہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اے موسیٰ، میں نے تمہیں لوگوں پر ترجیح دے کر منتخب کیا۔ تم کو پیغمبری عطا کی اور اپنی ہمکلامی کا شرف بخشا۔ پس جو تعلیم و ہدایت تمہیں دی جا رہی ہے، اسے مضبوطی سے پکڑو، اس پر عمل کرو اور برابر میرا شکر بجالاتے رہو۔ خود بھی ان ہدایات کی دل و جان سے قدر کرو۔ حالات خواہ نرم ہو یا گرم، ان پر جمے رہو اور اپنی قوم کو سمجھاؤ کہ جاہل قوموں کی ریس میں ان جیسے بتوں کی فرمائش نہ کرے اور نہ ان کے طور پر طریقے اختیار کرے، بلکہ اس بہتر طریقے کو اپنائے جو ہم نے بتایا ہے''۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو زندگی کے ہر شعبے کے بارے میں واضح ہدایتیں تختیوں پر لکھ دیں اور کہا کہ ''ان ہدایات کو مضبوط ہاتھوں سے تھام لو اور اپنی قوم کو حکم دو کہ نیک نیتی اور سچے دل سے ان پر عمل کرے۔ آگے چل کر تم ان قوموں کے آثار قدیمہ پر سے گزرو گے جنہوں نے خدا کی بندگی اور اطاعت سے منہ موڑا اور غلط راہوں پر چلتے رہے۔ ان آثار کو دیکھ کر تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ خدا کی نافرمانی کا کیا انجام ہوتا ہے۔ ہماری نشانیوں کو جس کسی نے جھٹلایا اور آخرت کی پیشی سے انکار کیا، اس کے سارے اعمال اکارت گئے۔ یاد رکھو، جو کوئی جیسا کرے گا ویسا بھرے گا۔ فرعون اور اس کے ساتھیوں کا دردناک انجام تمہارے سامنے ہے۔ اس سے نصیحت حاصل کرو اور اپنی عاقبت خراب نہ کرو''۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جو تختیاں دی گئیں' ان پر یہ ہدایات خاص طور پر درج تھیں کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا، ماں باپ کے ساتھ نیک برتاؤ کرنا، رشتہ داروں، یتیموں اور مسکینوں کو ان کا حق دینا، لوگوں کے ساتھ اخلاق سے پیش آنا، نماز قائم کرنا۔ زکوٰۃ دیتے رہنا اور نیکی اور بھلائی کی

تبلیغ کرتے رہنا۔

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے وعدہ فرمایا کہ ''میں تمہارے ساتھ ہوں اگر تم نماز قائم کرو گے، زکوۃ دیتے رہو گے، میرے رسولوں پر ایمان لاؤ گے اور ان کی مدد کرو گے اور میری عبادت کرتے رہو گے۔ اگر تم ایسا کرو گے تو میں تمہیں ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔

سامری جادوگر

حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر اللہ تعالیٰ سے اپنی قوم کے لیے ہدایت حاصل کر رہے تھے۔ ان کے پیچھے ان کی قوم نے سامری کے بہکائے میں آ کر بچھڑے کی مورتی کو پوجنا شروع کر دیا۔ گائے کی پوجا کرنے کا مرض بنی اسرائیل کی ہمسایہ قوموں میں ہر طرف پھیلا ہوا تھا۔ مصر اور کنعان (فلسطین) میں اس کا عام رواج تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل کی اخلاقی اور مذہبی حالت میں بگاڑ پیدا ہونا شروع ہو گیا۔ رفتہ رفتہ وہ قبطیوں کے غلام بن کر رہ گئے اور حاکموں کی اندھی تقلید کرنے لگے۔

سامری ظاہر میں تو مسلمان تھا۔ مگر اس کے دل میں کفر اور شرک بھرا ہوا تھا۔ اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی غیر حاضری سے فائدہ اُٹھا کر بنی اسرائیل کو شرک کی راہ پر لگانے کے لیے ایک تدبیر سوچی۔

سامری ظاہر میں تو مسلمان تھا۔ مگر اس کے دل میں کفر اور شرک بھرا ہوا تھا۔ اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی غیر حاضری سے فائدہ اُٹھا کر بنی اسرائیل کو شرک کی راہ پر لگانے کے لیے ایک تدبیر سوچی۔ بنی اسرائیل کے سارے زیورات اکٹھے کر کے ان کو بھٹی میں گلایا۔ اب اس نے بچھڑے کا پتلا بنایا اور کسی ترکیب سے اس میں بیل کی آواز نکالی۔ وہ بچھڑا لوگوں کے سامنے پیش کر کے ان سے کہا: ''لو یہ ہے تمہارا دیوتا۔ اس کی پوجا کرو''۔ بنی اسرائیل کے دل میں تو پہلے ہی بچھڑا بسا ہوا تھا، چنانچہ بحیرہ قلزم کو عبور کرتے ہی انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کر دی تھی کہ ہمیں بھی ایسا ہی دیوتا بنا دیجئے جیسے ان مصریوں کے بت خانوں میں رکھے ہوئے ہیں۔ سامری کے بچھڑے نے گویا ان کے دل کی مراد پوری کر دی اور انہوں نے اس کی پوجا شروع کر دی۔

حضرت ہارون علیہ السلام نے انہیں بہت سمجھایا کہ ''یہ شرک ہے جو سب سے بڑی گمراہی ہے۔ تم ایک بہت بڑے فتنے میں مبتلا کر دیئے گئے ہو۔

تمہارا معبود تو خدائے رحمان ہی ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ میری بات مانو اور میری پیروی کرو"۔

مگر انہوں نے حضرت ہارون علیہ السلام کی ایک نہ سنی اور صاف صاف کہہ دیا کہ "جب تک حضرت موسیٰ علیہ السلام طور سے واپس نہیں آجاتے، ہم بچھڑے کی پوجا کرتے رہیں گے"۔ انہوں نے یہ نہ سوچا کہ جو بات نہ کرسکتا ہو، نہ رہنمائی کرسکتا ہو، آخر وہ کس مرض کی دوا ہے کہ اسے معبود مان کر اس کی پرستش کیوں کی جائے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا: "اے موسیٰ ایسی کیا جلدی تھی کہ تم قوم کو پیچھے چھوڑ کر یہاں چلے آئے ہو؟"

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: خدایا، اس لئے کہ تیری سرکار میں جلد سے جلد حاضر ہو کر قوم کے لیے ہدایت نامہ حاصل کروں، اور تیری خوشنودی بھی حاصل کروں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جن کی ہدایت کے لیے تم اس قدر بے تاب ہوانہیں تمہاری غیر حاضری سے فائدہ اُٹھا کر سامری نے گمراہ کر دیا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ سنا تو نہایت غصے اور افسوس کی حالت میں پلٹے۔ غصہ شریروں کی کامیاب شرارت پر تھا اور افسوس اپنی قوم کی نادانی اور جہالت پر۔ آتے ہی انہوں نے ان لوگوں کو ڈانٹا جنہیں وہ قوم کا نگران مقرر کر کے گئے تھے۔ فرمایا:

''تم لوگوں نے میرے پیچھے کس قدر غفلت برتی کہ لوگوں کو غلط راستے پر چلنے سے نہ روکا۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کا طریقہ بتانے کے لیے بلایا تھا۔ تم نے خود ہی عبادت کا طریقہ گھڑ لیا۔ حالانکہ یہ کسی انسان کا کام نہیں خدا تعالیٰ کا کام ہے۔''

قوم کے لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا: ''اے میری قوم کے لوگو، تم نے میرے پیچھے یہ کیا کر ڈالا؟ کیا تمہارے پروردگار نے تم سے اچھے وعدے نہیں کیے تھے؟ کیا خدا کا وعدہ پورا ہونے میں بہت دیر لگ گئی تھی؟ تم سے اتنا بھی صبر نہ ہو سکا کہ اپنے رب کے حکم کا انتظار کر لیتے۔ تم نے پختہ عہد کیا

تھا کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں کرو گے۔ پھر تم نے بچھڑے کی پوجا کیوں شروع کر دی؟ کیا تم اپنے اوپر خدا کا عذاب لانا چاہتے ہو؟''

لوگوں نے جواب دیا:

''ہم نے جان بوجھ کر عہد کو نہیں توڑا۔ بات یہ ہوئی کہ ہمارے مردوں اور عورتوں نے مصری رسم و رواج کے مطابق بھاری بھاری زیورات پہن رکھے تھے، اس صحرانوردی میں وہ ایک بوجھ بن کر رہ گئے تھے۔ ہم پریشان تھے کہ اس بوجھ کو کہاں تک لادے لادے پھریں۔ باہمی مشورے سے یہ طے پایا کہ سب کے زیورات ایک جگہ جمع کر لیے جائیں اور ہر گھر کے زیورات کی مقدار کی ایک فہرست بنالی جائے۔ پھر ان زیورات کو گلا کر اینٹیں بنالی جائیں تاکہ دوسرے سامان کے ساتھ ان کو گدھوں اور بیلوں پر لاد کر لے جایا جا سکے۔ چنانچہ سب نے اپنے اپنے زیورات ایک جگہ اکٹھے کر دیے۔ گلا کر اینٹیں بنانے کا کام سامری نے اپنے ذمے لے لیا۔ اس نے زیورات بھٹی میں ڈال دیئے، مگر بھٹی میں سے اینٹوں کے بجائے

ایک سونے کا بچھڑا برآمد کیا جس میں سے بیل کی آواز نکلتی تھی۔ یہ دیکھ کر بعض لوگ بول اُٹھے: یہ ہمارا معبود اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بھی۔ موسیٰ ہم جان بوجھ کر شرک میں مبتلا نہیں ہوئے۔ یہ سراسر سامری کی شرارت تھی۔ ہم اس کی چال سے دھوکا کھا گئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام پر بہت بگڑے کہ ''تم نے اس فتنے کو کیوں سر اُٹھانے دیا؟ جب تم نے دیکھا تھا کہ لوگ گمراہ ہو رہے ہیں تو تم نے انہیں کیوں نہ روکا؟ تم نے میرے حکم کی خلاف ورزی کیوں کی؟ میں نے تمہیں تاکید کی تھی کہ قوم میں میری جانشینی کرنا، اصلاح کرتے رہنا اور مفسدوں کے طریقے پر نہ چلنا۔ تمہارے ہوتے ہوئے سامری نے انہیں کیسے گمراہ کر دیا؟

حضرت ہارون علیہ السلام نے جواب دیا: ''اے میرے ماں جائے بھائی، یہ سارا فتنہ شریروں کا اٹھایا ہوا ہے۔ میں اس سے بالکل بری ہوں۔ جب شریر دیکھیں گے کہ سارا عتاب مجھ پر ہو رہا ہے تو وہ اپنی کامیابی پر بہت خوش ہوں گے۔ دشمنوں کو مجھ پر ہنسنے کا موقع نہ دو، اور مجھے اس ظالم گروہ

میں نہ شامل کرو۔ انہیں گمراہی سے روکنے کے لیے میں نے اپنی طرف سے کوشش کی۔ میں نے زیادہ سختی اس لیے نہیں کی کہ کہیں تم یہ نہ کہو کہ میں نے بنی اسرائیل میں پھوٹ ڈال دی یقین جانو قوم نے مجھے کمزور سمجھ کر دبا لیا اور مجھے مار ڈالنے پر تل گئی۔ اس لیے میں نے خاموشی اختیار کر لی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کے اس عذر کو قبول کر لیا۔ حضرت ہارون علیہ السلام پر یہ شبہ تو ہو ہی نہیں سکتا تھا کہ وہ اس فتنے کے بانیوں میں سے ہوں گے۔ البتہ انہیں یہ شبہ ہوا ہوگا کہ انہوں نے اس فتنے کو روکنے کی پوری کوشش نہیں کی۔ حضرت ہارون علیہ السلام کا جواب سن کر انہوں نے اللہ کی حضور عرض کیا: ''اے پروردگار، مجھے اور میرے بھائی کو معاف کر دے اور ہم پر اپنی رحمت فرما۔ تو سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے''۔

جواب میں ارشاد ہوا کہ ''جن لوگوں نے بچھڑے کو معبود بنایا، وہ ضرور اپنے رب کے غضب میں گرفتار ہو کر رہیں گے اور دنیا کی زندگی ہی میں ذلیل ہوں۔ جھوٹ گھڑنے والوں کو ہم ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔ البتہ جو لوگ بُرے اعمال کرنے کے بعد سچے دل سے توبہ کر لیں تو پھر ایمان پر قائم رہیں، تو توبہ اور ایمان کے بعد یقیناً تیرا رب درگزر اور رحم فرمانے والا ہے۔

اب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سامری سے پوچھا: سامری، تمہارا معاملہ کیا ہے؟ کیا تم دین حق سے پھر گئے اور قوم کو بھی گمراہی کی راہ پر ڈال دیا؟ سامری پکا منافق اور بے حد شریر آدمی تھا۔ اس نے بنی اسرائیل کو دھوکا دیا تھا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی فریب دینے کے لیے ایک جھوٹی داستان گھڑ ڈالی۔ کہنے لگا: مجھے وہ کچھ نظر آیا جو کسی کو بھی نظر نہ آیا۔ میں نے رسول مقبول کے گھوڑے کے قدموں کی خاک سے ایک مٹھی بھر لی اور وہ خاک بچھڑے کے پتلے میں ڈال دی، جس سے بچھڑا بیل کی سی آواز نکالنے لگا۔ یہ رسول مقبول کے نقش قدم کی ایک مٹھی بھر خاک کی کرامت ہے،

اس میں میرا کوئی دخل نہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام سمجھ گئے کہ یہ فتنہ اسی نے برپا کیا ہے، اور اگر اسے لوگوں کے اندر رہنے کی اجازت دی گئی تو آئندہ بھی ایسے ہی فتنے برپا کرتا رہے گا۔ چنانچہ انہوں نے اس فتنہ پرور کو جماعت سے باہر کر دیا اور حکم دیا کہ "کوئی اس سے کسی قسم کا تعلق نہ رکھے۔ یہ اچھوت ہے، اسے ذات سے باہر سمجھو۔

پھر سامری کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: دور ہو جاؤ۔ اب تم زندگی بھر پکار کر لوگوں سے کہتے رہو گے کہ میں اچھوت ہوں۔ مجھ سے دور رہو مجھے ہاتھ نہ لگانا۔ یہ تو ہے تمہارے اس دنیا کی زندگی میں سزا اور آخرت میں تمہارے لیے دردناک عذاب کا وعدہ ہے جو ہرگز ٹلنے والا نہیں۔ اب ذرا دیکھنا کہ جو معبود تم نے گھڑا تھا اس کا کیا حشر ہوتا ہے۔

www.storiespk.com

سامری کے بچھڑے کو جلا کر راکھ کا ڈھیر کر دیا گیا اور راکھ کو بحیرہ قلزم میں بہا دیا گیا۔ سامری کو اللہ تعالیٰ نے کوڑھ کے مرض میں مبتلا کر دیا۔ اس زمانے میں لوگوں کو کوڑھیوں کی چھوت سے بچانے کے لیے یہ قانون تھا کہ کوڑھی پھٹے پرانے کپڑے پہنے، اس کے بال بکھرے رہیں، وہ اپنے اوپر کے ہونٹ ڈھانکے اور چلا چلا کر کہے کہ ''ناپاک! ناپاک مجھ سے بچو۔ مجھے ہاتھ نہ لگانا۔ وہ اکیلا رہے اس کا گھر آبادی سے باہر ہونا چاہیے۔

چنانچہ سامری کو یہی عبرت ناک سزا دی گئی۔ یہ اس جرم کی سزا تھی کہ اس نے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی بندگی سے ہٹا کر بچھڑے کی پوجا سکھائی۔

اب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے مخاطب ہو کر کہا لوگو، تمہارا معبود بس اللہ ہی ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اسی کی عبادت کرو اور اسی کے آگے سجدے میں گرو۔

''لوگو! تم نے بچھڑے کو معبود بنا کر اپنے اوپر سخت ظلم کیا۔ اپنے خالق کے حضور توبہ کرو۔ اور جن لوگوں نے بچھڑے کو معبود بنایا اور اسی کی پرستش کی، انہیں قتل کرو۔ تمہارے خالق کے نزدیک اسی میں تمہاری بھلائی ہے۔

چنانچہ انہوں نے توبہ کی ''پروردگار ہم گمراہ ہو گئے تھے۔ اے ہمارے رب اگر تو نے ہم پر رحم نہ فرمایا اور ہمارے گناہوں سے درگزر نہ کیا تو ہم برباد ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمالی۔ وہ بڑا معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حکم دیا کہ ہر قبیلہ میں سے جو لوگ بچھڑے کی پوجا سے الگ رہے ہیں، وہ اپنے اپنے قبیلے کے ان لوگوں کی گردنیں ماریں جنہوں نے بچھڑے کی پوجا کی۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ صرف وہ لوگ قتل سے بچے جنہوں نے سچے دل سے توبہ کر لی۔ شرک اتنا بڑا گناہ ہے کہ اگر آدمی کا بایاں ہاتھ یہ گناہ کرے تو اس کے دائیں ہاتھ کا فرض ہے کہ بائیں ہاتھ کو کاٹ کر پھینک دے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہر قبیلے کے مومنوں کو اپنے قبیلے کے مشرکوں کو قتل کرنے کا حکم دیا، تاکہ لوگ عبرت حاصل کریں اور آئندہ شرک کے قریب بھی نہ جائیں۔

ضدی قوم

سامری اور اس کے بچھڑے سے نمٹنے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو وہ تختیاں دکھائیں وہ کوہ طور سے لائے تھے اور کہا کہ ''ان تختیوں پر وہ ہدایتیں اور نصیحتیں لکھی ہوئی ہیں جن پر عمل کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ سچے دل سے ان پر عمل کرو۔ تمہاری دنیا کی کامیابی اور آخرت کی سرخروئی اسی میں ہے۔

بنی اسرائیل کے دل و دماغ میں ٹیڑھ تھی۔ وہ شک کے مرض میں مبتلا تھے۔ انہیں کسی طرح یقین نہ آتا تھا کہ واقعی اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام کرتا ہے۔ جب بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام ان سے کہتے کہ خدا تعالیٰ تمہیں یہ حکم دیتا ہے تو وہ کہتے کہ ''اے موسیٰ، جب خدا تم سے کلام کرتا ہے تو وہ ہم سے بھی کلام کرے تا کہ ہم اسے اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔ اس کے بغیر ہم کیسے مان لیں کہ جو کچھ تم کہتے ہو، وہ سچ ہے؟ اللہ تعالیٰ کی کھلی

کھلی نشانیاں دیکھ لینے کے باوجود وہ قدم قدم پر اس قسم کے احمقانہ مطالبے کرتے رہتے تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں بار بار سمجھایا کہ احمقوں کی سی باتیں نہ کرو۔ ان آنکھوں سے خدا تعالیٰ کو نہ آج تک کسی نے دیکھا ہے، نہ تم دیکھ سکتے ہو۔ مگر بنی اسرائیل اپنی بات پر اڑے رہے اور کہنے لگے کہ ''ہم تو اس وقت ایمان لائیں گے جب اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ خدا تم سے کہہ رہا ہے یہ میری کتاب ہے، اس پر ایمان لاؤ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کچھ سوچ کر فرمایا: ''یہ تو نہیں ہوسکتا کہ میں لاکھوں آدمیوں کو اپنے ساتھ طور پر لے جاؤں۔ تم میں سے چند سرداروں کو اپنے ساتھ لے جاتا ہوں۔ اگر وہ واپس آ کر تصدیق کر دیں کہ یہ ہدایتیں اللہ تعالیٰ ہی نے دی ہیں تو تم لوگوں کو بھی اس کی تصدیق کرنی ہوگی۔

"اے میرے ہم قوموں! بچھڑے کی پوجا کر کے تم ایک بہت بڑا گناہ کر چکے ہو۔ ضروری ہے کہ تمہارے نمائندے خدا کے حضور میں حاضر ہو کر قوم کی طرف سے گناہ کی معافی مانگیں اور نئے سرے سے اطاعت اور فرمانبرداری کا عہد کریں۔

لوگوں نے اس تجویز کو قبول کر لیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کے لیے قوم کے ستر آدمی چن لیے اور انہیں اپنے ساتھ لے کر طور پر گئے۔ ان کی موجودگی میں اللہ تعالیٰ سے اس طرح گفتگو کی جیسے دو شخص آپس میں باتیں کرتے ہیں۔ قوم کے نمائندوں نے اپنے کانوں سے وہ باتیں سنیں۔ مگر پھر بھی ان کو اطمینان نہ ہوا، اور کچھ لوگوں نے یہ تقاضا کیا کہ "جب تک ہم اللہ تعالیٰ کو اپنی ان آنکھوں سے نہ دیکھ لیں، ہم ایمان نہیں لائیں گے۔ ان کی اس ضد کی وجہ سے اچانک ایک ہیبت ناک چمک اور کڑک پیدا ہوئی، جس نے سارے پہاڑ پر زلزلہ ڈال دیا اور وہ ستر نمائندے بھونچکے ہو کر گر پڑے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی اجازت سے ان ستر نمائندوں کو اپنے ساتھ طور پر لے گئے تھے۔ جب وہ سب اس دہشت ناک زلزلے کی لپیٹ میں آ گئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بڑی عاجزی کے ساتھ عرض کی: پروردگار اگر آپ چاہتے تو یہاں بلانے سے پہلے ہی ان سب کو اور مجھے بھی ہلاک کر سکتے تھے۔ کیا آپ اس قصور کی وجہ سے، جو ہم میں چند نادانوں نے کیا ہے۔ ہم سب کو ہلاک کر دیں گے؟ یہ تو ایک آزمائش ہے جس کے ذریعے آپ جسے چاہتے ہیں بخش دیتے ہیں۔ ہمارے سرپرست تو آپ ہی ہیں۔ پس ہمیں بخش دیجئے اور ہم پر رحم فرمایئے۔ آپ سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والے ہیں۔ اور ہمارے لیے اس دنیا میں بھلائی لکھ دیجئے اور آخرت کی بھلائی بھی۔ ہم نے آپ کی طرف رجوع کر لیا ہے۔

جواب میں ارشاد ہوا: جہاں تک میرے عذاب کا تعلق ہے، وہ تو میں انہی پر نازل کرتا ہوں، جن پر نازل کرنا چاہتا ہوں۔ رہی میری رحمت، تو وہ اس دنیا میں تو ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے۔ البتہ آخرت کی رحمت ان لوگوں کے لیے خاص ہے جو اس دنیا کی زندگی میں مجھ سے محبت کریں گے، برائیوں سے بچیں گے، زکوٰۃ دیں گے اور میری شریعت پر چلیں گے۔

بنی اسرائیل کے نمائندے، اپنی سرکشی کے سبب، سزاوار تو اسی کے تھے کہ ان کو زلزلہ سے چھٹکارا پا کر دوبارا اٹھنا نصیب نہ ہوتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے ان کو مزید مہلت بخشی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس موقع پر بڑی دل سوزی سے ان کے لیے جو دعا کی تھی، وہ قبول فرمالی۔ توقع تھی کہ اس احساس کے بعد وہ شکر گزار بن جائیں گے، آئندہ اس قسم کی ضد اور ہٹ دھرمی سے بچیں گے اور خدا تعالیٰ کے فرمانبردار بندے بن کر رہیں گے۔

دوبارہ زندگی پانے کے بعد وہ نمائندے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہمراہ قوم کے درمیان واپس آئے اور سارا، ماجرا قوم کے سامنے بیان کر کے کہا کہ ''حضرت موسیٰ علیہ السلام جو کچھ کہتے ہیں، وہ درست ہے۔ مقدس تورات جو تختیوں کی شکل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہمارے سامنے پیش کی ہے، واقعی اللہ کی کتاب ہے۔ انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ قوم اپنے نمائندوں کے بیان پر یقین کر کے ایمان لے آتی۔ مگر وہ لوگ تو تھے ہی ضدی، ہٹ دھرم اور نمک حرام۔ اب بھی ایمان لانے کے لیے آمادہ نہ ہوئے۔

www.storiespk.com

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی جناب میں قوم کی کج روی کا گلہ کیا۔ جواب ملا کہ ہم ان ضدی اور نافرمان لوگوں کا بندوبست کیے دیتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے پہاڑ کے دامن میں ایک ہیبت ناک صورت حال پیدا کر دی۔ ایسا لگتا تھا جیسے پہاڑ ان کے سروں پر چھایا ہوا ہے اور بس ان پر گرا ہی چاہتا ہے۔ اس سے ان لوگوں کے دل میں اللہ کی قدرت اور بے پناہ طاقت کا یقین پیدا ہو گیا۔ اب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کے سامنے تورات پیش کر کے کہا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

''اس کو مضبوطی کے ساتھ تھام لو۔ جو احکام اس میں درج ہیں، انہیں کان لگا کر سنو اور یاد رکھو، اور سچے دل سے ان کی پابندی کرو۔ توقع ہے کہ دنیا میں برائیں سے بچتے رہو گے اور آخرت میں خدا کے عذاب سے محفوظ رہو گے۔

لوگوں نے عہد کیا کہ ہم خدا تعالیٰ کے احکام کی تعمیل کریں گے۔ مگر وہ اپنے عہد پر زیادہ عرصے تک قائم نہ رہے۔ اور اپنی پرانی عادت کے مطابق پھر خلاف ورزیاں کرنے لگے۔

بنی اسرائیل سے شریعت کی پابندی کا عہد لیتے وقت جو ہیبت ناک حالت پیدا کی گئی، اس سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ ان سے تورات پر چلنے کا عہد زبردستی لیا گیا تھا۔ بلکہ اس کا مقصد یہ تھا کہ جس ذات پاک نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل کی ہے، اس کی قدرت اور طاقت کا ان لوگوں کو کچھ اندازہ ہو جائے اور وہ یہ سمجھ جائیں کہ اس احکام کی پیروی کریں گے تو اس کی رحمتوں اور نعمتوں سے مالا مال ہو جائیں گے، اور اس کی نافرمانی کریں گے تو اس کے عذاب میں گھر جائیں گے۔

قتل کا مقدمہ

ایک مرتبہ بنی اسرائیل میں ایک قتل کی واردات ہوگئی۔ قاتل کا سراغ نہ لگایا جا سکا۔ کوئی کسی پر شک کرتا، کوئی کسی پر۔ اس پر وہ آپس میں جھگڑنے لگے اور ایک دوسرے پر قتل کا الزام تھوپنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ ان سے کہو۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ ان سے کہو ایک گائے ذبح کریں، قاتل کا پتہ چل جائے گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس علاقے کے لوگوں کو جہاں قتل ہوا تھا، اللہ تعالیٰ کا حکم سنایا تو انہوں نے ٹال مٹول کرنے کے لیے ان سے بے ہودہ بحث شروع کر دی۔ بنی اسرائیل کو اپنی ہمسایہ قوموں، خاص طور پر مصریوں سے گائے کی تعظیم اور پرستش کا مرض لگ گیا تھا۔ اس کی اسی کمزوری سے فائدہ اُٹھا کر، سامری نے انہیں بچھڑے کی پوجا پر لگا دیا تھا۔ اب جو انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک گائے ذبح کرنے کا حکم ملا تو شش و پنج میں پڑ گئے۔ ذبح کرنے پر دل آمادہ نہیں ہوتا تھا۔ اور انکار کس منہ سے کرتے؟ کئی بار خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری کا عہد کر چکے تھے۔ اس لیے ٹالنے کی کوشش کی۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا کہ تمہیں اللہ تعالیٰ یہ حکم دیتا ہے کہ ایک گائے ذبح کرو تو کہنے لگے! کیا تم ہمارے ساتھ مذاق کر رہے ہو؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا "یہ مذاق نہیں ہے۔ میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں کہ جاہلوں کی سی باتیں کروں۔ دین کے معاملے میں ہنسی مذاق کا کیا کام؟ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں، خدا تعالیٰ کا حکم ہے۔ میں نے یہ بات اپنی طرف سے نہیں گھڑی ہے۔

بولے! اچھا، اپنے رب سے درخواست کرو۔ وہ بتائے کہ گائے کیسی ہونی چاہیے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ گائے نہ بوڑھی ہونی چاہیے نہ بچھیا۔ بلکہ درمیانی عمر کی اور جوان ہونی چاہیے۔ پس اب جو حکم تم کو دیا گیا ہے، اس کی تعمیل کرو۔

کہنے لگے! اے موسیٰ علیہ السلام، اپنے رب سے یہ اور پوچھ دو کہ اس کا رنگ کیسا ہونا چاہیے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، سنہرے رنگ کی گائے ہونی چاہیے، جس کا رنگ اس قدر شوخ ہو کہ جو دیکھے، اس کا جی خوش ہو جائے۔

پھر بولے! اے موسیٰ علیہ السلام اپنے رب سے کہو، وہ صاف صاف بتائے کہ گائے کیسی ہونی چاہیے؟ ہماری سمجھ میں اب تک نہیں آیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا! ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ گائے ایسی ہو جس سے خدمت نہ لی جاتی ہو، نہ ہل چلاتی ہو اور نہ کھیتوں کو سیراب کرنے کے لیے پانی کھینچتی ہو۔ صحیح سالم اور بے داغ ہو۔

بولے! ''اب تم نے ٹھیک پتا بتایا ہے۔ اب ہم انشاء اللہ ضرور اس گائے کا پتا چلا لیں گے۔''

غرض انہوں نے اس قسم کی گائے حاصل کر کے چاروناچار ذبح کی، ورنہ ایسا کرتے معلوم نہ ہوتے تھے۔ اصل میں تو ہو گائے ذبح کرنے کے لیے تیار ہی نہ تھے، اسی لیے تفصیل پر تفصیل پوچھتے رہے۔ مگر جتنی جتنی تفصیلات پوچھتے گئے، اتنے ہی گھبراتے گئے۔ آخر کار اس خاص قسم کی سنہری گائے، جس کی اس زمانے میں پرستش کی جاتی تھی ذبح کرنی پڑی۔

www.storiespk.com

گائے ذبح کر چکنے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا! لیجئے ہم نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق گائے ذبح کر دی ہے۔ اب اس قاتل کا پتا کیسے چلے گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا! اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ اس گائے کے گوشت کے ایک ٹکڑے سے مقتول کی لاش کو ضرب لگاؤ۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔

اس طرح گائے کے ذبح کرنے سے کئی فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ یہ ہوا کہ گائے کی عظمت جو مدتوں سے ان کے دلوں میں بیٹھی ہوئی تھی وہ نکل گئی۔ انہیں احساس ہوا کہ اگر گائے واقعی دیوتا اور پوجا کے لائق ہوتی تو اس کے ذبح کرنے سے ایک آفت برپا ہو جاتی۔ موجودہ صورت میں اس کے ذبح کرنے سے کوئی نقصان پہنچنے کے بجائے الٹا یہ فائدہ ہوا کہ قاتل کا پتا چل گیا۔ جب خدا کی قدرت سے مقتول نے خود اپنی زبان سے قاتل کا نام اور پتا بتا دیا تو قاتل کو اپنے جرم کا اعتراف کرنا پڑا۔ اس طرح آپس کے جھگڑے ختم ہو گئے، ورنہ خون خرابے تک نوبت پہنچ جانے کا اندیشہ پیدا ہو گیا تھا۔

جولوگ اس بات پر یقین نہ رکھتے تھے کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جائیں گے اور خدا کے سامنے حاضر ہوکر اپنی زندگی کا حساب دینا پڑے گا، انہیں ایک نشانی دکھادی گئی۔ خدا تعالیٰ نے اس مقتول کو زندہ کر کے اپنی قدرت لوگوں پر ظاہر کر دی، اور اب ان کے لیے اس بات کے انکار کی گنجائش نہ رہی کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مُردوں کو دوبارہ زندہ کرے گا۔

اللہ تعالیٰ اس سے پہلے بھی بنی اسرائیل کو اپنی قدرت کی بہت سی نشانیاں دکھا چکا تھا۔ مگر وہ بار بار بھول جاتے تھے۔ اب اس نے اپنی مہربانی سے ایک نشانی اور دکھائی کہ شاید ان کی آنکھیں کھلیں اور وہ نافرمانی اور سرکشی سے باز آجائیں۔

خطاعوں کی معافی

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم بنی اسرائیل مصر سے لاکھوں کی تعداد میں نکل کر آئے تھے۔ جس زمانے میں وہ سینا کے بیابان میں خانہ بدوشی کی زندگی بسر کر رہے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے پانی، خوراک اور سائے کا بندوبست کیا۔ اگر وہ اپنے خاص فضل سے ان کے لیے یہ نعمتیں مہیا نہ کرتا تو یہ بھوک پیاس اور جھلس دینے والی دھوپ سے ہلاک ہو جاتے۔ مگر بڑے ہی ناشکرے تھے وہ لوگ! ان احسانات کا شکر بجالانے کی بجائے ان سے بیزار ہو کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے: ''اے موسیٰ یہاں تو من وسلویٰ کے سوا کوئی چیز میسر نہیں۔ ہم ایک ہی کھانے پر صبر نہیں کر سکتے۔ کب تک من وسلویٰ کھاتے رہیں؟ ہم کو وہ مچھلی یاد آتی ہے جو ہم مصر میں بڑے شوق سے کھاتے تھے۔ ہمیں وہاں کے کھیروں، خربوزوں اور لہسن اور پیاز کی یاد ستاتی ہے۔ اپنے پروردگار سے دعا کرو کہ وہ ہمارے لیے زمین کی پیداوار یعنی سبزیاں، ترکاریاں، لہسن اور دال وغیرہ مہیا کرے۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں سمجھایا کہ ''نادانوں کی سی باتیں نہ کرو۔ کیا تم ایک اعلیٰ چیز کے بدلے ادنیٰ چیز کے خواہش مند ہو؟'' من وسلویٰ کی غذا ان کے لیے پروردگار عالم نے مہیا کی تھی، اور انہیں اس حال میں مل رہی تھی کہ وہ فرعونیوں کی غلامی سے بالکل آزاد تھے۔ روکھی سوکھی روٹی جو آزادی میں میسر آئے، وہ غلامی اور ذلت کے پلاؤ اور قورمے سے ہزار درجے بہتر ہوتی ہے۔ مگر یہ بات اسرائیلیوں کی سمجھ میں نہ آتی تھی۔ ان کے بار بار کے تقاضوں سے تنگ آ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ ''کسی شہری آبادی میں جا بسو۔ جو کچھ مانگتے ہو، وہاں مل جائے گا۔''

بنی اسرائیل جب مصر سے نکل آئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ انہیں خوشخبری دی تھی کہ ''ہم تمہیں فلسطین کی سرزمین کا مالک بنائیں گے۔ جا کر اسے فتح کر لو۔'' چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام انہیں لے کر فلسطین کی طرف بڑھ رہے تھے۔ چلتے چلتے ان کا قافلہ شطیم نامی ایک شہر کے قریب پہنچا، جو دریائے اردن کے مشرقی کنارے پر واقع تھا۔ بنی اسرائیل بدستور من وسلویٰ کے بجائے سبزیوں، ترکاریوں اور دال کا

مطالبہ کیے جا رہے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ شہر جو تمہارے سامنے ہے، اس میں داخل ہو جاؤ، اور اس کی پیداوار جس طرح چاہو، مزے سے کھاؤ۔ مگر شہر کے دروازے میں خدا سے ڈرنے والے لوگوں کی طرح بڑی عاجزی اور انکساری سے داخل ہونا اور حطۃ حطۃ کہتے جانا۔ ہم تمہاری خطاؤں کو معاف کر دیں گے۔ مگر ان ظالموں نے اللہ کے حکم کی کوئی پروانہ کی، اور شہر میں داخل ہوتے وقت حطۃ حطۃ کے بجائے حنطۃ حنطۃ پکارتے رہے۔ لفظ کے بدل جانے سے بات کچھ سے کچھ ہوگئی اور اصل مطلب خبط ہوگیا۔ گویا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کے بجائے اس کا مذاق اُڑایا۔

ظالم حکمران جب کسی شہر کو فتح کرتے ہیں تو وہاں کے باشندوں پر اپنی طاقت کا سکہ بٹھانے کے لیے بڑے غرور اور تکبر کے ساتھ اس میں داخل ہوتے ہیں، اور قتل و غارت اور لوٹ مار کا بازار گرم کرتے ہیں۔ یہ بات اللہ تعالیٰ کو بالکل پسند نہیں، اس لیے بنی اسرائیل کو ہدایت دی گئی تھی کہ شطیم

کو فتح کرنے کے بعد تم اس کے باشندوں کے ساتھ ظالموں کا سا برتاؤ نہ کرنا اور زبان سے حطتہ حطتہ کہتے جانا، جس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اپنی خطاؤں کی معافی مانگتے ہوئے داخل ہونا اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ شہر کے لوگوں کے لیے عام معافی کا اعلان کر دینا۔ مگر بنی اسرائیل نے ان ہدایات کی خلاف ورزی کی اور شہر کے اندر اکڑفوں دکھاتے ہوئے داخل ہوئے۔

بنی اسرائیل نے اپنے غلط رویئے سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بار بار اذیت پہنچائی۔ جزیرہ نمائے سینا میں پہنچتے ہی کہا کہ ہمیں بھی مصریوں اور سامیوں جیسا ایک بچھڑا بنا دیجئے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر تورات لینے گئے تو سامری کے کہنے میں آ کر بچھڑے کی پوجا کرنے لگے، اور حضرت ہارون علیہ السلام کے قتل پر آمادہ ہو گئے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے سامنے تورات پیش کر کے کہا کہ یہ کتاب الٰہی ہے اس پر ایمان لاؤ اور عمل کرو تو کہا کہ ہم تمہاری بات اس وقت مانیں گے جب اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں تورات دے رہا ہے۔ قارون کی دولت پر ریجھ گئے اور اس کی تمنا کرنے لگے۔

من وسلویٰ پر ناک بھوں چڑھانے لگے، اور اب اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف شطیم کے اندر انکساری سے داخل ہونے کے بجائے اکڑتے ہوئے داخل ہوئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کی ان حرکتوں سے تنگ آ گئے اور کہا: ''اے میری قوم، تم مجھے اذیت کیوں دیتے ہو، حالانکہ تم خوب جانتے ہو کہ میں تمہاری طرف بھیجا ہوا اللہ کا رسول ہوں۔ تمہیں میری اطاعت کرنی چاہیے۔ میرا دل نہیں دکھانا چاہیے۔''

انہوں نے اللہ کے رسول کی بات پر کان نہ دھرا، اور ٹیڑھ دکھائی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے دل ٹیڑھے کر دیئے اور وہ ٹھوکریں ہی کھاتے رہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ طریقہ نہیں کہ جو لوگ خود ٹیڑھی راہ پر چلنا چاہیں، انہیں زبردستی سیدھی راہ پر چلائے۔ اور جو لوگ اس کی نافرمانی پر تلے ہوئے ہوں انہیں زبردستی ہدایت سے نوازے۔ دنیا میں انسان کو بڑی حد تک عمل کی آزادی دی گئی ہے۔ یہ فیصلہ کرنا انسان کا اپنا کام ہے کہ وہ اپنے رب کی اطاعت کرنا چاہتا ہے یا نہیں۔ مگر جو جیسا کرے گا، ویسا ہی بھرے گا۔

نافرمان قوم

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم بنی اسرائیل کو مصر سے نکلے ہوئے کوئی دو سال گزر چکے تھے۔ وہ دشت فاران میں خیمہ زن تھے۔ یہ بیابان جزیرہ نمائے سینا میں عرب کی شمالی اور فلسطین کی جنوبی سرحد سے متصل ہے۔ دو سال تک لگاتار دشت و بیابان میں مارے مارے پھرنے کی وجہ سے تنگ آ گئے تھے۔ اور کسی مستقل ٹھکانے کے لیے بے تاب تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام سے خدا تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ تمہاری اولاد کو ارض فلسطین کا مالک بنایا جائے گا اور وہاں انہیں خوب پھولنے پھلنے کا موقع ملے گا۔ جب بنی اسرائیل نے مصر سے ہجرت کی تو اللہ تعالیٰ نے ایک بار پھر اس وعدے کو تازہ کیا، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنی قوم سے کہو اس مقدس سرزمین میں داخل ہو جائیں اور وہاں کے ظالم حکمرانوں کو نکال کر امن چین اور عدل و انصاف کی زندگی بسر کریں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ خوش خبری بھی دی کہ وہ اپنے دشمنوں پر فتح پائیں گے۔

بنی اسرائیل کو فلسطین کی فتح پر آمادہ کرنے کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک تدبیر سوچی۔ انہوں نے اسرائیل کے بارہ قبائلی سرداروں کو فلسطین کا دورہ کرنے کے لیے بھیجا تا کہ وہ وہاں کی سیاحت کریں اور واپس آ کر اس کا آنکھوں دیکھا حال اپنی قوم کے لوگوں سے بیان کریں جس سے ان کے دل میں وہاں جا کر رہنے بسنے کا شوق پیدا ہو۔ وہ لوگ چالیس دن کا دورہ کر کے واپس آئے اور ایک عام مجمع میں بیان کیا کہ ''واقعی وہ ملک نہایت سرسبز اور شاداب ہے اور وہاں دودھ اور شہد کی نہریں بہتی ہیں۔ مگر وہاں کے لوگ بڑے زور آور ہیں۔ ہم نے جتنے آدمی دیکھے سب قوی ہیکل اور قد آور تھے۔ ہم تو ان کے سامنے ایسے لگتے تھے جیسے ٹڈے۔ ان سے جنگ کر کے فلسطین کو فتح کرنا ہمارے بس کا روگ نہیں۔''

یہ سن کر سارا مجمع چیخ اُٹھا: ''کاش ہم مصر ہی میں مر کھپ جاتے۔ اس بیابان میں ہماری مٹی پلید نہ ہوتی۔ اے موسیٰ، خداوند اس ملک میں لے جا کر ہمیں کیوں تہ تیغ کرانا چاہتا ہے؟ اگر ہم اس ملک میں داخل ہو گئے تو ہم میں سے ایک بھی زندہ سلامت واپس نہ آئے گا۔ اور ہماری عورتیں اور

ہمارے بچے دشمن کے لونڈی غلام بن کر رہ جائیں گے۔ کیا ہمارے لیے یہ بہتر نہ ہوگا کہ مصر کو لوٹ جائیں؟'' پھر آپس میں مشورے کرنے لگے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کو یہیں چھوڑ دیں اور کسی اور شخص کو اپنا سردار بنا کر مصر لوٹ چلیں۔

یہ حال دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں سمجھا کہ ''اے میرے ہم قومو! اللہ کی اس نعمت کا خیال کرو جو اس نے تم کو عطا کی تھی۔ اس نے تم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام جیسے نبی پیدا کیے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں اور اس کے بعد تمہیں مصر میں حکومت کے اختیارات دیئے۔ ایک مدت تک تم مہذب دنیا میں سب سے زیادہ طاقتور فرمانروا تھے اور مصر اور اس کے نواح میں تمہارا سکہ رواں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں وہ کچھ دیا جو دنیا میں کسی قوم کو نہیں دیا۔ اے برادران قوم، اس مقدس سرزمین میں داخل ہو جاؤ جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے لکھ دی ہے۔ پیچھے نہ ہٹو ورنہ پچھتاؤ گے۔''

www.storiespk.com

انہوں نے جواب دیا: ''اے موسیٰ! وہاں بڑے زبردست لوگ آباد ہیں، ہم ان پر کیسے غلبہ پا سکتے ہیں؟ ہم وہاں ہرگز نہ جائیں گے جب تک وہ لوگ وہاں سے نکل نہ جائیں۔ ہاں اگر وہ نکل گئے تو ہم داخل ہونے کے لیے تیار ہیں۔''

اس پر ان بارہ سرداروں میں سے، جو فلسطین کا دورہ کر کے آئے تھے، دو سردار یوشع اور کالب اٹھے۔ انہوں نے اس بزدلی پر اپنی قوم کو ملامت کی اور اللہ کا وعدہ یاد دلا کر ان کی ہمت بندھانے کی کوشش کی اور کہا: ''آؤ اللہ پر بھروسہ کر کے سب مل کر ایک دم ان پر ہلہ بول دیں۔ ہم اتنا بل بوتے رکھتے ہیں کہ ان پر غلبہ پا لیں۔ اگر ذرا سی ہمت کر کے حملہ کر دو گے تو یقین جانو تم ہی غالب ہو گے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی مدد ہمارے شامل حال رہی تو ہم ضرور اس ملک کو فتح کر لیں گے۔ دیکھو، اللہ کے حکم کے خلاف بغاوت نہ کرو۔ نہ اس ملک کے لوگوں سے خفت کھاؤ۔ اللہ کا وعدہ ہے کہ فتح تمہارے قدم چومے گی۔ اگر ایمان والے ہو تو اس پر بھروسہ کرو۔ ہمیں یقین ہے کہ دشمن ہمارے مقابلے میں ٹھہر نہ سکیں گے۔''

www.storiespk.com

مگر قوم نے اس کا جواب یہ دیا کہ ''یوشع اور کالب کو سنگسار کر دو۔'' اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے صاف صاف کہہ دیا کہ ''ہم ہرگز نہ جائیں گے جب تک وہ لوگ وہاں موجود ہیں۔ تم اور تمہارا رب دونوں جاؤ اور ان سے جنگ کرو۔ ہم یہاں بیٹھے ہیں۔''

اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: ''اے پروردگار، میرا اپنی جان اور اپنے بھائی کے سوا کسی پر کوئی زور نہیں۔ ان لوگوں پر میرا کوئی اختیار نہیں۔ ہم دونوں بھائی تیرے ہر حکم کی تعمیل کے لیے تیار ہیں۔ پس ہمیں ان فرمانوں سے الگ کر دے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان سے یہ الفاظ اس وقت نکلے، جب قوم نے اپنی لگاتار نافرمانیاں اور سرکشی کی وجہ سے انہیں بالکل ہی مایوس کر دیا۔ یہ دکھے ہوئے دل کی پکار تھی۔

اللہ کے رسول کے مقابلے میں بنی اسرائیل کی سرکشی اور گستاخی پر اللہ تعالیٰ کا غصہ اور غضب بھڑک اُٹھا اور اس نے فیصلہ فرما دیا کہ: ''اب یوشع اور کالب کے سوا اس قوم کے بالغ مردوں میں سے کسی کو بھی فلسطین کی مقدس سرزمین میں داخل ہونا نصیب نہ ہوگا۔ یہ چالیس برس تک بیابانوں ہی میں ٹھوکریں کھاتے رہیں گے، یہاں تک کہ جب ان میں سے بیس برس سے اوپر کی عمر کے سب مرد مر جائیں گے اور نئی نسل جوان ہو کر اُٹھے گی تب انہیں فلسطین فتح کرنے کی توفیق بخشی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ کے اس فیصلے کے مطابق بنی اسرائیل کو فاران کے بیابان سے اردن تک پہنچنے میں پورے اڑتیس برس لگ گئے۔ اس دوران وہ سب لوگ مرکھپ گئے جو جوانی کی عمر میں مصر سے نکلے تھے، جنہوں نے بار بار خدا کے احسانات کو جھٹلایا اور نمک حرامی کا ثبوت دیا تھا۔ جنہوں نے اپنی ٹیڑھی روش سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل کو دکھایا تھا اور آخر میں جب اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ کنعانیوں کو فلسطین سے نکال دو اور اس ملک کو فتح

کرلوتو انہوں نے انتہائی بزدلی دکھائی اور آگے بڑھنے سے انکار کردیا، جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے فتح کا یقین دلائے جانے پر بھی ارض مقدس کو فتح کرنے کے لیے آمادہ نہ ہوئے بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہہ دیا کہ تم اور تمہارا پروردگار دونوں جا کر کنعانیوں سے لڑو، ہم تو یہاں بیٹھے تماشا دیکھیں گے۔ گویا ایک پوری نسل ختم ہوگئی اور دوسری نسل نے جو صحراؤں کی گودوں میں پل کر اٹھی تھی کنعانیوں کے خلاف جنگ کر کے ان پر غلبہ پایا۔ اس طرح بنی اسرائیل کو آخر کار فلسطین میں اپنی حکومت قائم کرنے کا موقع مل گیا۔

اردن کی فتح کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کا انتقال ہوگیا تھا۔ حضرت ہارون علیہ السلام ان سے پہلے انتقال فرما چکے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد حضرت یوشع ان کے خلیفہ بنے۔ انہی کے عہد میں آخر کار بنی اسرائیل اس قابل ہوئے کہ فلسطین کو فتح کر سکیں۔ اس دوران میں قوم کے وہ بڑے بوڑھے مرکھپ چکے تھے جو بار بار نافرمانی کرتے تھے اور سرکشی دکھاتے تھے۔ ان کو منزل مقصود پر پہنچنا نصیب نہ ہوا۔

www.freepdfpost.blogspot.com

Download Books Like History, Islamic History, Urdu Poetry,English Poetry,Pashto Poetry,Romance, Horror, Novels, Dictionaries, War Books,spy books and much more.